سلسلۂ آصفیہ

مثنوی

بحر المحبّت

مؤلفہ

شیخ مصحفی

بہ تصحیح و تحشیہ و اضافۂ مقدمہ و تبصرہ و فرہنگ

از

عبد الماجد بی اے

طبع ثانی

باہتمام مسعود علی ندوی

مطبع معارف اعظم گڈھ میں چھپی

سنہ ۱۳۵۰ھ
KITABISTAN
Booksellers & Publishers
Allahabad.

فہرست مضامین

"ک" کی طرح ایک ہی مرکز سے لکھنا، دو علیحدہ لفظوں کو ایک مین ملا کر لکھنا (مثلاً "حق مین" کے بجائے "حقمین") وقس علیٰ ہذا،

املا مین متعدد فاحش غلطیان موجود ہین، مثلاً "مثنوی" کے بجائے "مسنوی"، "صعود" کے بجائے "صعدہ"، "پدید" کے بجائے "برید"، "چرخ" کے بجائے "جرخ" وغیرہ،

عنوان پر کتاب کے محض نام کے بجائے یہ الفاظ درج ہین:-

"مثنوی بحر المحبت مصحفی بہ جواب دریاے عشق میر تقی"

خاتمہ پر یہ عبارت تحریر ہے:-

"مثنوی در جواب دریاے عشق میر محمد تقی صاحب سلمہ - من کلام میان مصحفی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ - نوشتہ عاجز خاکسار گنہگار مہر علی بیگ بہ وقت سہ پہر بروز پنجشنبہ بہ تاریخ بست و ہشتم تمام شد سنہ ۱۲۲۵ ہجری،

نوشتہ بماند سیہ بر سفید — نویسندہ را نیست فردا امید
ہر کہ خواند طمع دعا دارم — زانکہ من بندۂ گنہگارم"

سنہ کے اعداد کی کتابت ذرا مشتبہ معلوم ہوتی ہے، یعنی شبہہ ایسا معلوم ہوتا ہے کو کسی دوسرے شخص نے انھین لکھدیا ہے، لیکن میر تقی کے نام کے ساتھ "سلمہ" لگا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت کتابت وہ زندہ تھے، اور ۱۲۲۵ھ تک ان کا زندہ رہنا مسلّم، اسلیے یہ شبہہ

زیادہ قوی نہین رہتا۔ سنہ و تاریخ کے اندراج کے ساتھ مہینہ کا ذکر نہ ہونا بھی ذرا کھٹکنے کی بات ہی۔ سال کتابت سنہ ۱۲۲۵ھ اگر صحیح ہے، تو یہ ثابت ہی کہ مصحفی نے بحر المحبت میر صاحب کی زندگی ہی مین کہہ ڈالی تھی،

بہ حیثیت مجموعی، میرا نسخہ اس نسخہ سے صحیح تر ہے، اسلیے جہان دونون نسخون مین اختلاف ہوا ہی، زیادہ تر مین نے اپنے ہی نسخہ کو قابل اعتماد سمجھا ہے۔ تاہم ہر جگہ ایسا نہین کیا ہے بعض بعض مقامات پر اس دوسرے نسخہ کی کتابت کو کھلی ہوئی ترجیح تھی، اور وہان اسی کو اختیار کر لیا ہے، دو چار مقام ایسے بھی آتے ہین، جہان میرے نزدیک دونون نسخون کی کتابت غلط ہے، وہان اپنے قیاس سے صحیح لفظ کو متن مین جگہ دیکر حاشیۂ ذیل مین اسکا اظہار کر دیا ہی،

اپنے نسخہ کا نام مینے نسخۂ الف رکھا ہے، اور اس دوسرے نسخہ کو نسخۂ ب سے موسوم کیا ہے، چنانچہ حواشی ذیل مین الف و ب کے حوالہ کثرت سے ملینگے، خود مین نے اپنے قیاس سے جو الفاظ درج کئے ہین، انھین حرف م سے ظاہر کیا ہے، جو مرتب کا مخفف ہی، ب مین تعداد اشعار بہ مقابلۂ الف کے بقدر ۲۴ کے کم ہے، اور صرف ایک شعر ایسا ہے جو الف مین موجود نہ تھا، اس شعر کو بھی اس اڈیشن مین داخل کر لیا گیا ہے، یہ ایک عجیب بات ہے، کہ جن اشعار مین میر کی فضیلت و حق تقدم کا اعتراف ہی، وہ ب مین یکسر غائب ہین، اور ایک شعر (نمبرا) جو اس مضمون کا ملتا بھی ہے، تو اس مین میر کا

نام ہی مسخ ہو گیا ہے اور پہلا مصرعہ بجاے

"گرچہ ہے کلک تیر نادر کار"

کے یون درج ہے :-

گرچہ ہے کلک مرد نادرہ کار

اس ایڈیشن مین، حواشی ذیل مین صرف قراٴتون کے اختلاف کو دکھایا گیا ہی، باقی زبان وغیرہ سے متعلق جو دوسرے ضروری حواشی تھے، انھین الگ بطور فرہنگ آخر مین شامل کر دیا گیا ہی، الہ آباد یونیورسٹی، بمبئی یونیورسٹی، محکمۂ تعلیمات یوپی اور جن دوسرے تعلیمی ادارون نے اس رسالہ کی سرپرستی، وقدر افزائی فرمائی تھی، کیا عجب ہے کہ اس نئے ایڈیشن کو، پہلے ایڈیشن کے مقابلہ مین بہت زیادہ مفید پائین،

عبد الماجد

اکتوبر ۱۹۲۷ء

دریاباد، بارہ بنکی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع اوّل

مصحفی کی مثنوی بحر المحبت میرے علم میں آج بالکل پہلی بار کتاب کی صورت میں لباسِ طبع سے آراستہ ہو کر دنیا کے سامنے پیش ہو رہی ہے، اس کا کوئی دوسرا قلمی نسخہ جہاں تک میں اپنے باخبر احباب اور ہندوستان کے مختلف کتبخانوں سے دریافت کر سکا، اور کہیں موجود نہیں، جس قلمی نسخہ کے مطابق یہ کتاب طبع کیجا رہی ہے، میرے ذاتی کتب خانہ کا نسخہ ہے، اس قسم کی کتابیں جب چھپنے لگتی ہیں، تو مختلف نسخوں سے مقابلہ کر کے ان کی صحت کر لیجاتی ہے، افسوس ہے کہ اس مثنوی کا کوئی دوسرا نسخہ دستیاب نہ ہو سکا، اس لئے قدؔ متعدد مقامات کی صحت مشتبہ رہ گئی، اس مثنوی کی تصنیف کو ایک صدی سے زائد عرصہ ہو چکا ہے، اسلیے کہ پورے سو برس مصحفی کی وفات کو ہو چکے ہیں قلمی نسخہ پر سالِ کتابت سنہ ۱۲۲۱ھ درج ہے، اس سے چند سال قبل میر تقی میر نے ایک مثنوی دریاے عشق کے نام سے کہی تھی

مصحفی نے اس نمونہ کو سامنے رکھکر بحر سخن مین غواصی کی، اور اسکا نام بحر المحبت رکھا،

جو قلمی نسخہ پیش نظر ہے، چھوٹی تقطیع کے قدیم دبیز کاغذ پر تحریر ہے، کاغذ کو اکثر مقامات پر کیڑے کھا گئے ہین، چنانچہ کہین کہین اسقدر کرم خوردہ ہوگیا ہے کہ الفاظ بلکہ مسلم فقرے غائب ہوگئے ہین، کاتب کوئی صاحب طاہر الزمان نامی ہین، آغاز کتاب مین یہ عبارت درج ہے،

"مثنوی میان مصحفی سلمہ اللہ کہ بر طبق مضمون مثنوی دریاے عشق کہ از میر تقی مرحوم است گفتہ"

خاتمہ پر عبارت ذیل درج ہے،

"نوشتہ بماند سیاہ بر سفید	نویسندہ را نیست فردا اُمید"

تمت تمام شد مثنوی بحر المحبت میان مصحفی ساکن لکھنؤ،

بخط محمد طاہر الزمان عفی اللہ عنہ بتاریخ ہشتم ماہ ج الثانی ۱۲۱۴ھ باتمام رسید در دو یوم"

کاتب صاحب بہت ہی کم استعداد معلوم ہوتے ہین، املا و کتابت کی موٹی اور فاحش غلطیان کی ہین، مثنوی کو ہر جگہ "مسنوی" لکھا ہے، مرقع کو "مرقہ"، لکھتے ہین تہیہ کو تحیہ "خواص" کو "ہواس" "کہار" کو "قہار" "زرا" کو "ذرہ" "کوہ غم" کو "کوہے غم" وقس علی ہذا،

اس کے علاوہ بعض الفاظ کے لیے کاتب صاحب اپنا ایک مخصوص طرز املا رکھتے ہین، جنکی مثالین اُس زمانہ کی طرز کتابت مین عموماً ملتی ہین، مثلاً ان کے "ک" و "گ" مین کوئی فرق نہین ہوتا، "گ" کو وہ ایک ہی مرکز دیتے ہین، "تو" کو "تون" لکھتے ہین، "نے"

کو "نین" آ" کو "ا" وقس علی ہذا،

سو برس کے عرصہ مین زبان مین جو تغیرات ہو گئے ہین وہ اہل نظر پہ مخفی نہین اسلیے کتاب پر حواشی دینے ضروری تھے لیکن مقابلہ کے لیے کسی دوسرے نسخہ کا موجود نہ ہونا کاتب نسخہ کی بدخطی، املاکی بہ کثرت غلطیان، اور پھر کتاب کا جا بجا کرم خوردہ ہونا، ایسی حالت مین یہ کام انجام دینا جسقدر دشوار تھا، اسکا اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہین جنھین خود کبھی اس قسم کے کام انجام دینے کا اتفاق ہوا ہے،

ارباب ذوق سے مشورہ حاصل کرنے کی غرض سے مین نے یہ مثنوی اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء کے سہ ماہی رسالہ اردو مین شائع کر دی تھی، اس موقع پر مسرت وممنونیت کے ساتھ اسکا اظہار کرتا ہون، کہ حضرات ذیل کے مشورون سے خاص طور پر مستفید ہوا، مولوی سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی، مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی، مولوی عبد السلام صاحب ندوی، مولوی عبد الباری صاحب ندوی اور مولوی عبد الحق صاحب بی، اے، ایڈیٹر اردو،

دریاباد (بارہ بنکی)

۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء

عبد الماجد

تذکرۂ مصحفی

نام شیخ غلام ہمدانی تھا، والد کا نام شیخ ولی محمد تھا، وطن امروہہ (ضلع مرادآباد) تھا، نوعمری مین دلی آگئے یہین طالب علمی کی، علمی و ادبی صحبتون مین رسائی حاصل کی طبیعت موزون پائی تھی، رفتہ رفتہ شعر کہنے لگے تخلص مصحفی اختیار کیا،

مولد و وطن دہلی نہ تھا لیکن دہلی سے انتساب زبان دانون کے لیے ہمیشہ باعثِ فخر رہا ہے، شیخ صاحب نے بھی چونکہ سکونت یہین اختیار کر لی تھی اس لیے اشعار مین فخریہ جابجا دہلی کو اپنا وطن قرار دیا ہے، مثلاً ؎

دہلی کہے ہین جسکو زمانہ مین مصحفی

مین رہنے والا ہون اسی اُجڑے دیار کا

علمی قابلیت زیادہ نہ تھی، تاہم بقول صاحب آبِ حیات "زبان فارسی اور ضروریات شعری سے باخبر تھے، اور نظم و نثر کی کتابون کو اچھی طرح دیکھ کر معلومات وسیع اور نظر بلند حاصل کی تھی" اپنے خود نوشت تذکرہ مین ضمناً تحریر فرماتے ہین،

"از آغاز شباب بمقتضائے موزونی مصروف تحصیل علم بود چنانچہ بفیض صحبت بزرگان

اول از تکمیل نظم و نثر زبان فارسی و تحقیق محاورہ و اصطلاحات آن فراغت کردہ بمقتضائے

رواج زمانہ آخر کار خود را مصروف ریختہ گوئی داشتہ"[1]

اس عبارت سے بھی یہی نکلتا ہے، کہ فارسی زبان و انشا کی استعداد پوری تھی،

شاگرد کس کے تھے۔؟ اس تذکرہ سے تمام تذکرے خاموش ہین۔ البتہ سراپائے سخن

مین جو ۱۸۷۲ء کی تالیف ہے، ان کے نام کے ساتھ "شاگرد میان امانی" درج ہے[2]

"آبا و اجداد حکومت وقت کے اعلیٰ مناصب پر سرفراز تھے، اور خوشحالی سے بسر کرتے تھے

زوالِ سلطنت کیساتھ ان کی خانگی سلطنت کا بھی شیرازہ منتشر ہوگیا، بزرگون کی فارغ البالی

ان کے حصہ مین نہ آئی، اپنے تذکرہ مین خود فرماتے ہین،

"بزرگانش ایاعن جد نوکری خانہ بادشاہ کردہ اند از آنجا کہ تفرقہ شدیدے

راہ یافتہ سلطنت این روسیاہ ہم بہ خاک سیاہ برابر شدہ، ہمہ از تمتع دنیا بہرہ وافی داشتند

این فقیر چون بخت و طالع آنہا نداشت"[3]

دہلی مین آکر بارہ برس تک مقیم رہے، معاش کی طرف سے سخت پریشانی رہی

جسمین ایک حد تک خود ان کے استغنا کو بھی دخل تھا۔ فرماتے ہین:

---

[1] تذکرۃ الشعرا شیخ مصحفی قلمی مخزونہ کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ [2] سراپا سخن سید محسن علی محسن لکھنوی ص ۱۶ مطبوعہ نولکشور [3] تذکرہ

"دوازدہ سال در شاہجہان آباد ۔۔ بہ گوشۂ عزلت خزیدہ ۔۔۔۔ و ہرگز برائے تلاش معاش در آن حشر اجساد اموات بہ در کس نرفتہ"

آخر کب تک برداشت کرتے، لکھنؤ اُس وقت آصف الدولہ[۱] کا لکھنؤ تھا، اور اسکا دربار اہلِ کمال کا مرجع، شاعروں میں میر تقی میر، میرزا رفیع سودا، میر حسن، سید انشاء اللہ خان انشا، اس بزم کی زیب و زینت تھے، مصحفی نے بھی اسی چمن کو اپنے نشیمن کے لیے انتخاب کیا، دہلی سے لکھنؤ وارد ہوئے، ابتداءً میرزا سلیمان شکوہ کی سرکار میں متوسل ہوئے، اس شعر میں اسی توسل کیجانب اشارہ ہے ؎

تخت طاؤس پہ جب ہوئے سلیمان کا جلوس
مورچھل ہاتھ میں میں بال ہما کا لے لوں

رفتہ رفتہ دربار شاہی میں بھی رسائی ہو گئی،

لکھنؤ وارد ہونے کا زمانہ تیرہویں صدی ہجری کا آغاز تھا، ایک معاصر تذکرہ نویس میرزا علی لطف[۲] لکھتے ہیں :-

"بالفعل کہ بارہ سو پندرہ ہجری میں (مصحفی) ایک چودہ برس سے اوقات لکھنؤ میں بسر کرتا ہے"

[۱] نواب آصف الدولہ کا زمانہ ۱۱۸۸ھ تا ۱۲۱۲ھ ہے (۱۷۷۵ء – ۱۷۹۷ء) [۲] تذکرۂ گلشن ہند، شائع کردہ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن، ص ۱۲۶

دلی کی پریشان حالی نے یہان بھی ساتھ نہ چھوڑا، ساری عمر لکھنؤ مین گذاری، صد
شاگرد بنائے، جنمین بعض عالی ہمت امرا، ورؤسا بھی تھے، دربار شاہی مین رسائی ہوئی
باانیہمہ فلاکت نے رفاقت نہ چھوڑی، تذکرۂ گلشن ہند مین ایک معصر کا بیان ہے،

"ضیق معاش تو وہان مدت سے نصیب اہل کمال ہے

اسی طور پر درہم برہم اس غریب کا بھی احوال ہے" (صفحہ ۱۹۶)

احتیاج نے بالآخر شعر فروشی پر مجبور کر دیا، ہر مشاعرہ کے لیے متعدد غزلین کہتے، گو
آتے، اور ۸ ر سے ۶ ر یا اس سے زاید قیمت دیکر انتخاب کرے جاتے، جو کچھ بچ رہتا، وہ
خود اپنے لیے رکھتے، عموماً یہی غزلین ہین، جو ان کے دواوین مین لکھی چلی آئی ہین جیسا
آب حیات کی روایت ہے، کہ ایک مشاعرہ مین جب شعرون پر بالکل تعریف نہ ہوئی
تو انھون نے تنگ ہو کر غزل زمین پر دے ماری اور کہا کہ ردے فلاکت سیاہ جسکی
بدولت کلام کی یہ نوبت پہنچی ہے کہ اب کوئی سنتا بھی نہین، اس بات کا چرچا ہوا تو یہ عقدہ
کھلا کہ ان کی غزلین بکتی ہین، اچھے اچھے شعر تو لوگ مول لیجاتے ہین، جو رہجاتے ہین وہ انکے
حصہ مین آتے ہین[1]،

کثرت تلامذہ کے لحاظ سے مصحفی کو استاد الاساتذہ کہنا چاہیئے، جس کثرت سے انکے

[1] آب حیات، مولوی محمد حسین آزاد صفحہ ۳۰۲

شاگرد تھے، ولی سے لیکر آج تک شاید ہی کسی دوسرے شاعر کو نصیب ہوئے ہون اور شاگرد بھی اس پایہ کے کہ جو آگے چلکر خود صاحب دیوان و استادِ مسلم قرار دیئے گئے مثلاً آتش، اسیر، میر خلیق، شہیدی، ہوس، تنہا، عیشی وغیرہ آب حیات کی ایک ضعیف روایت کے مطابق ناسخ نے بھی ان سے اصلاح لی تھی؎۵

لکھنؤ کے قیام مین سالہا سال سید انشار سے معرکہ آرائی ہوتی رہی، انشار کی طبیعت برجستگی، حاضر جوابی، شوخی و ظرافت کا مجسمہ تھی، مصحفی کی متانت ان کی چٹکیون اور گدگدیون کا جو مخالف کو رُلا رُلا دیتی تھین، مقابلہ نہین کرسکتی تھی، تاہم اس کمی کی تلافی ان کی مشاقی، قادر الکلامی، و وسعتِ معلومات کردیتی تھی، ان معرکہ آرائیون کی دلچسپ روئداد کو "آب حیات" کے ایک جام نے طویل زندگی بخش دی ہے،

مرزا سلیمان شکوہ، ابتدا مصحفی کے خاص سرپرست تھے، اور اپنے کلام پر اصلاح بھی لیا کرتے تھے، بالآخر سید انشار کی اداؤن پر وہ بھی مفتون ہوگئے، اور اپنا کلام انھین کو دکھانے لگے، اس سے بھی بڑھکر یہ ستم کیا کہ مصحفی کا ماہواری وظیفہ پچیس؁ سے گھٹا کر پانچ کردیا، شیخ صاحب کو عسرت اب زیادہ ستانے لگی، ایک مفصل شکایت نامہ لکھا، دو شعر یہ ہین، ؎

اے وائے کہ پچیس سے اب پانچ ہین اپنے ہم بھی تھے کبھین یہ وزن تین پچیس کے لائق

؎۵ آب حیات مولوی محمد حسین آزاد، ص ۳۳۲،

استاد کا کرتے ہین امیر انکی مقرر ہوتا ہے جو در اہہ کہ سائیس کے لائق

کچھ روز کے بعد جب بات زیادہ بڑھی، فریقین ایک دوسرے کی عزت کے درپے ہوگئے، سلیمان شکوہ نے اب علانیہ سید انشا کا ساتھ دینا شروع کیا، ایک مرتبہ ایک سوانگ جو شیخ مصحفی کے فریق نے تیار کیا تھا اِسے کوتوال سے کہکر رُکوا دیا، ضعیف و بدنصیب استاد اس توہین کی تاب نہ لا سکا، خمیدہ پشت پیشتر سے تھا، اب دل شکستہ بھی ہوگیا، اور ترک سکونت لکھنو کا قصد کر لیا، یاس و دل شکستگی کا یہ رنگ کلام مین بھی جھلکتا ہے، ایک غزل کے مطلع و مقطع مین بھی نوحہ ہی ہے،

جاتا ہون تیرے در سے کہ توقیر نہین یان کچھ اس کے سوا اب میری تدبیر نہین یان

اے مصحفی بے لطف ہے اس شہر مین رہنا سچ ہے کہ کچھ انسان کی توقیر نہین یان

لیکن لکھنؤ سے باہر نکلنا مقدر مین نہ تھا، ۱۲۴۰ھ مین وہین فوت ہوئے، سالِ ولادت کی پوری تحقیق نہین بعض اہل تذکرہ ۱۱۶۴ھ لکھتے ہین، اس حساب سے ۷۶ سال کی عمر پائی،

تصانیفِ ذیل انکی یادگار ہین،

آٹھ دیوان اردو،

ایک۔ دیوانِ فارسی،

ایک۔ تذکرہ فارسی،

لیکن یہ تمام چیزین اب تقریبًا نایاب ہین مکمل دواوین تو شاید کہین بھی موجود نہ ہون ایک تذکرہ کتب خانۂ ندوۃ العلما مین ہے، بعض دواوین کتب خانۂ حسرت موہانی مین ہین، کچھ عرصہ ہوا ایک انتخاب دواوین، حسرت نے شائع کیا ہے، اور مولوی حکیم عبدالحیٔ مرحوم صاحب گل رعنا نے لکھا ہے، کہ ان کے دواوین کا ایک خلاصہ اسیر و امیر نے اپنی تصحیح کیساتھ، نواب کلب علیخان مرحوم (والیِ رامپور) کے حکم سے کیا تھا، جو اس وقت چھپ بھی گیا تھا،

ان کے باکمال و استادِ فن ہونے پر شروع سے اب تک تمام تذکرہ نویس و نقادانِ سخن متفق رہے ہین، بلکہ بعض نے تو اُن کی مدح مین غلو سے کام لیا ہے، چند اقتباسات قابلِ ملاحظہ ہین،

ایک معاصر، مرزا علی لطف، صاحب گلشن ہند کا بیان ہے:۔ "اپنی قوم کا اشرف ہے، سچ تو یہ ہے کہ گفتگو اسکی بہت صاف صاف ہے، بندشِ نظم مین اسکی ایک صفائی اور شیرینی ہے، اور معنی بندش مین اسکی بلندی اور رنگینی ؎"

نواب مصطفٰے خان شیفتہ و حسرتی جن کی سخن سنجی و نکتہ رسی کی داد مرزا غالب تک

؎ گلشن ہند ص۱۶۵-۱۶۶ (شائع کردہ انجمن ترقی اردو، ۱۹۰۶ء)

دیتے تھے، فرماتے ہین،

"در بلادِ مشرق بسیار مسلّم و در استادی علم بوده، و اکثر سخنوران آن بلدان اکتساب فن ازو کرده اند، ہر چند بہ تقاضای شیوۂ بسیار گویان اکثر کلامش بہ کم پایہ و از لطائف خالی ست اما گزیدہ اشعار او در نہایت رتبت و الا و مرتبت عالی ست[۹]"

ایک اور سخن فہم تذکرہ نویس کا خیال ہے:-

"در بلادِ مشرق مسلّم الثبوت بود، و در اُستادی وے سخن نیست، بر جمیع اصناف سخن قدرتے داشت تمام[۱۰]"

دورِ حاضر کے ایک مستند سخن سنج مولوی فضل الحسن حسرت موہانی کی رائے ہے،

"میر تقی کے رنگ مین مصحفی، میر حسن کے ہم پلہ، سودا کے انداز مین انشا کے ہم پایہ اور جعفر علی حسرت کی طرز مین جرأت کے ہمنوا ہین، لیکن بہ حیثیت مجموعی ان سب ہمعصرون سے بہ اعتبار کمال فن سخندانی و مشاقی برتر ہین، اور یہین سے ہے، کہ راقم کی نگاہ مین، میر اور مرزا کے بعد اور کوئی اُستاد ان کے مقابلہ مین نہین جچتا[۱۱]"

مولوی حکیم خبدُلحیؒ مرحوم، جنکے سے صحیح ناقدِ سخن اب عنقا ہین، کتنی صحیح اور جچی تُلی رائے دیتے ہین

---

[۹] گلشن بیخار، شیفتہ ص۱۶۷ از نولکشور، لکھنؤ ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء [۱۰] تذکرہ طور کلیم، نواب نور الحسن خان، ص۹۱

[۱۱] رسالہ اردوے معلّی جلد ۲ نمبر ۶ (بابتہ جون ۱۹۰۶ء)

ان کی ہمہ گیر طبیعت نے کسی خاص رنگ پر قناعت نہین کی انکے کلام مین کہین میر و درد
کہین سودا کا انداز کہین سوز کی سادگی اور جہان کہین انکی کہنہ مشقی اور استادی اپنے پیشرو اساتذہ کی
خوبیون کو یکجا کردیتی ہے، وہان وہ اردو شاعری کے بہترین نمونہ قرار دیئے جا سکتے ہین، اس مجموعی
حیثیت سے بہ قول حسرت موہانی میر و مرزا کے بعد کوئی استاد ان کے مقابلہ مین نہین پہنچتا
اور یہ اپنے ہمعصرون مین سب سے برتر اور سب سے فائق نظر آتے ہین[1]،

شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد نے جو رائے ان کے کلام کی بابت ظاہر کی ہے وہ
اس درجہ منصفانہ و محققانہ ہے کہ ذیل مین اسکا ایک طویل اقتباس درج کیا جاتا ہے،

"دیوان انکی استادی کو مسلم الثبوت کرتے ہین، انواع و اقسام کی صدہا غزلین ہین،
جو غزلین نہایت سنگلاخ زمینون مین لکھی ہین، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت مشق
سے کلام پر قدرت کامل پائی ہے، الفاظ کو پس و پیش اور مضمون کو کم و بیش کرکے اس دروبست
کے ساتھ شعر مین کھپایا ہے، کہ جو حق استادی کا ہے، ادا ہوگیا ہے، ساتھ اسکے
اصل محاورہ کو بھی ہاتھ سے نہین جانے دیتے طبیعت رواں تھی، پر گوئی کے سبب سے وہ
لطف کلام مین نہ پیدا ہوا، غزلون مین سب رنگ کے شعر ہوتے تھے کسی طرز خاص کی
خصوصیت نہین، بعض تو صفائی اور برجستگی مین لاجواب ہین، بعض مین یہی معمولی باتین ہین،

[1] گل رعنا، مؤلفہ مولوی حکیم عبدالحی صفحہ ۲۲۰ (مطبع معارف اعظم گڈھ ۱۳۴۳ھ)

جنھین ڈھیلی ڈھالی بندشون مین باندھکر بھسپر بھسپرا برکہتے چلے گئے ہین،

غرض شعر کی ہر شاخ کو لیا ہے، اور جو قواعد وضوابط اس گے پرانے اُستادون نے باندھے ہین، اُن کا حق حرف بحرف پورا ادا کیا ہے ہان اپنے ہمعصرون کی طرح طبیعت مین چلبلاہٹ اور بات مین شوخی نہین پائی جاتی، کہ یہ کچھ اپنے اختیار مین نہین خداداد بات ہے[۱]

راقم سطور کے نزدیک آزاد مغفور کی رائے حرف بحرف صحیح ہے، مصحفی مین زبان دانی، مشاقی و پختگیِ کلام کے اوصاف بہ وجہ اتم موجود تھے، لیکن طبیعت شاعرانہ نہین پائی تھی، قواعدِ فن کے لحاظ سے ہر شعر کانٹے کی تول بچا تُلا ہوتا تھا، لیکن درد وگداز، جوش وخروش، نزاکت و لطافت تخیل، برجستگی وبیساختگی کے جوہر عطیۂ فطرت ہوتے ہین، مشاقی و پرگوئی، کسب واکتساب سے اس محرومی کی تلافی نہین ہوسکتی، بہ حیثیت مجموعی ان کا نام اساتذۂ شعرائے اردو کی فہرست مین عرصۂ دراز تک زندہ رہے گا،

ذیل مین ان کے بلند وپست ہر قسم کے اشعار کا ایک مختصر انتخاب دیا جاتا ہے، جس سے ان کے رنگ تغزل ومثنوی گوئی کا کسی قدر اندازہ ہوسکے گا، قصائد کا رنگ بھی غزلیات ہی سے ملتا جُلتا ہوا ہے، یعنی شکوہِ الفاظ، بلندیِ مضامین، صحتِ تراکیب مین کلام نہین، لیکن ساتھ ہی بندش کا ڈھیلا پن اور کلام کی بے تاثیری بھی موجود ہے،

---

[۱] آب حیات ص ۲۹۷-۲۹۹،

رعایت لفظی بیجا

بس آئینہ رو ہے طفل حجام
نہین بن دیکھے اُسکے دلکو آرام

ملا جب آئینہ کو ایسا نائی
بنائی چار ابرو کی صفائی

نہ کھینچے نامہ مو اس کی تمثال
کہ ہے وہ عاشقون کے ناک کا بال

آگیا خط پہ سر مو نہ گیا ناز ہنوز
ہے اسی ڈھب پہ نگاہ غلط انداز ہنوز

سبز پوشی کا تیری دیکھ کے جلوہ شب عید
شمع مومی سے جلی سرو چمن کی بتی

پھول جھڑتے ہین منہ اسکے سے ہزارون مجھکو
گالیان گر کبھی وہ غنچہ دہان دیتا ہے

سلاست و صفائی بیان

درد و غم کو بھی ہے نصیبہ شرط
یہ بھی قسمت سوا نہین ملتا

نوٹ شاعر غریب ہر زمانہ کے مذاق کو اپنا شمع کیونکر رکھ سکتا ہے۔ آج جو اشعار قابل مضحکہ سمجھے جائینگے، سو برس
ادھر انہین کو لکھنؤ مین شاعری کی جان سمجھا جاتا تھا۔

کہتے ہو ایک آدھ کی ہے میرے ہاتھ موت   ہم بھی سمجھتے ہیں، یہ سناتے ہو ہمکو کیا

نہ کہیں صبح ہی ہوتی ہے نہ خواب آتا ہے   رات کیا آئی ہے اک مجھ پہ عذاب آتا ہے

ہائے کعبہ سے پھرا اب تک نہ ہرگز مصحفی   اسکو واں کیا جانے کس بت سے محبت ہو گئی

پردۂ خاک میں سو سوتے ہیں جا کر افسوس   پردۂ رخ یہ کیا کیا مہ تابان لیکر

ضلع بندی

میں عجب رسم دیکھی مجھے روز عید قربان   وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

آنکھ سیدھی نہیں کرتے کہ مقابل ہو نگاہ   آرسی ناز سے وہ دیکھتے شرمائے ہوئے

کیا خطا مجھ سے ہوئی رات کہ اس کافر کا   میں نے خود چھوڑ دیا ہاتھ میں دامان پکڑ

تب ہو عاشق کی تب وصل تسلی اے گل   مصرف بوسہ ہو جب گل تن سرخ ترا

چین سے کیونکہ مین سوؤن کہ شب وصل مجھے
یاد آتا ہے وہ راتون کا جگانا تیرا

پاؤن پر پاؤن جو رکھتے ہین کہا شب اسکے
کیا کرے اوسکے الجھ کرکے لڑے پاؤن کے

لطف مضمون
تھا آپ ہی دیوان مرا نامۂ اعمال
کاہکو فرشتون نے لکھا نامۂ اعمال

کیا یار کے دامن کی خبر پوچھے ہو ہم سے
یان ہاتھ سے اپنا ہی گریبان گیا تھا

تو دیکھے تو اک نظر بہت ہے
الفت تیری اس قدر بہت ہے

وعدۂ قتل سے رکھتا ہون دل اپنے کو مین شاد
کہ اسی وعدہ مین اک وعدۂ دیدار بھی ہے

وہ بھی ہین نازان کہ مرا رعب تو دیکھو
مین خوش کہ خیال نگہ دور کئے ہے

تھا اگر روز قیامت تو بھی ہم شاد ان کہ
وہ جو اکدن اوسکے ملنے کا مقرر ہو گیا

روزمرہ | تیرے کوچہ ہر بہانہ مجھے دن سے رات کرنا — کبھی اِن سے بات کرنا کبھی اونسے بات کرنا

غم کھاتا ہون جتنا مری نیت نہین بھرتی — کیا غم ہے مزہ کا کہ طبیعت نہین بھرتی

صبح کی شام ہوئی شام کی پھر رات ہوئی — یہی وعدہ ہین تو کب اونسے ملاقات ہوئی

آہ نکلی تو دل سے ہے لیکن — آہ کیا جی جلا کے نکلی ہے

پھر چاندنی کا لطف ہوا اور بھی دوچند — اک چاندنی بھی جبکہ شب ماہ کھینچ گئی
شب مصحفی سے دیکھ کے تجھکو کھنچا ہوا — ابرو بھی تیری اے بُت گمراہ کھنچ گئی

تعلی | اور بھی کہکر سنا دیوے تو اچھی سی غزل — تازہ معنی کا تو آخر مصحفی خلاق ہے

کچھ مین جرأت نہین ہون مصحفی سحر بیان — میر و مرزا سے لڑانے یہ غزل جاونگا

ین ارسطو و فلاطون مرے آگے | دعوی نہین کرتا کوئی موزون مرے آگے

ے ہوئے ہاتھون کو بہ اُمید اجابت | رہتے ہین کھڑے سیکڑون مضمون مرے آگے

خوشہ ربا ہین مرے خرمن کے جہان ہین | کیا شعر پڑھیگا کوئی موزون مرے آگے

د ہون مین مصحفی حکمت کے بھی فن مین | ہے کودک نو درس فلاطون مرے آگے

کہین کہین صوفیانہ رنگ کے بھی اشعار کہے ہین، اور حق یہ ہے کہ جب کہتے ہین تو
ب کہتے ہین، ایک غزل کے چند شعر ملاحظہ ہون،

ق ہون یا خالق مخلوق نما ہون | معلوم نہین مجھکو کہ مین کون ہون کیا ہون

ن شاہد تنزیہ کے رخسار کا پردہ | یا خود ہی مین شاہد ہون کہ پردہ مین چھپا ہون

ں کو مری ہستی عالم نہ سمجھنا | ہون ہست تو پر ہستی عالم سے جدا ہون

ی ہے کہ مجھ پر مرا عقدہ نہین کھلتا | ہر چند کہ خود عقدہ و خود عقدہ کشا ہون

ے مصحفی شانین ہین مری جلوہ گری مین | ہر رنگ مین ہین مظہر آثار خدا ہون

رغوبیت کے سلسل انتخاب

دل مین تیرے ملنے کا ارمان رہگیا | یہ دل تڑپ تڑپ کے مری جان رہگیا

ھے وہ مرغ خستہ مرے اضطراب کو | سینہ مین جس کے ٹوٹ کے پیکان رہگیا

نازان تھا اپنے حسن و صفائی پہ آئینہ
صورت کو تیری دیکھ کے حیران رہگیا

ایا یہ کار بخیۂ زخم اپنے ہاتھ سے
ثابت جو کوئی تار گریبان رہگیا

دنیا سے ہم چلے گئے ناچار مصحفی
اک یادگار اپنا یہ دیوان رہگیا

ہے یہان کسکو دماغ انجمن آرائی کا
اپنے رہنے کو مکان چاہیئے تنہائی کا

باغ مین اُگتے ہین وان سے گل رعنا تک
جس جگہ سایہ پڑا تھا تری رعنائی کا

رہزن قافلۂ دل ہوئین جب وہ مژگان
پہلے اسباب لٹا صبر و شکیبائی کا

شیشۂ دل کو مرے چور کیا جو اوس نے
کیا لیا تھا مین بھلا گنبد مینائی کا

مصحفی اک غزل اس مردہ زمین مین لکھ اور
گر تجھے شعر مین دعویٰ ہو مسیحائی کا

جب واقف راہ وروش ناز ہوئے تم
عالم کے میان خانہ برانداز ہوئے تم

نسبت تمھین کیا تازہ نہالان چمن سے
اب نام خدا سرو سرافراز ہوئے تم

مین تم سے نہ بولونگا کبھی اے لب بستہ
اوس بن پہ تبسم بھی اگر باز ہوئے تم

پہننے سے میان جامۂ گلدوز کے بر مین
طاؤس صفت اور بھی طناز ہوئے تم

اے مصحفی مرغان چمن رہگئے خاموش
جب باغ مین ہم زمزمہ پرداز ہوئے تم

گر ابر گھرا ہوا کھڑا ہے — آنسو بھی تلا ہوا کھڑا ہے

حیران ہے کس کا جو سمندر — مدت سے رُکا ہوا کھڑا ہے

خلوت ہو کبھو تو یون کہے وہ — کوئی در سے لگا ہوا کھڑا ہے

تیرا ہی ہے انتظار اوس کو — ناقہ تو کسا ہوا کھڑا ہے

اے جان نکل کہ مصحفی کا — اسباب لدا ہوا کھڑا ہے

سچ ہی جی عشق کا بیمار برا ہوتا ہی — دل کا آزار ہی آزار بُرا ہوتا ہے

جی ہی لیجائے ہی فریاد و فغان کر کر کے — دام الفت کا گرفتار بُرا ہوتا ہے

جسنے دیکھا تجھے قبضہ پہ دھرے ہاتھ کہا — ہائے اس وضع کا خونخوار بُرا ہوتا ہے

اسکا پینا نہین مقدور ہر اک کا ساقی — عشق کا ساغر سرشار بُرا ہوتا ہے

آپکو مار ہی مرتا ہی مین دیکھا ہی بہت — مصحفی عاشق ناچار بُرا ہوتا ہے

بحر المحبّت

اور

دریاے عشق

بحر المحبت کی تالیف سے قبل میر تقی میر کی مثنوی دریاے عشق شائع ہو چکی تھی، مصحفی نے اسی نمونہ کو سامنے رکھکر بحر سخن مین شناوری کی ہے، اور بکمال فیاضی و فراخدلی سے میر صاحب کے حق تقدم و مرتبۂ کمال کا اعتراف کیا ہو، ابتدا مین فرماتے ہین،

گرچہ ہے کلک میر نادر کار | تو بھی ندرت کو اپنی کر اظہار (۹)

خاتمہ پر دوبارہ کہتے ہین،

قصّہ ہے ایک اور دو نامہ | جیسے اک شخص کے ہون دو جامہ (۲۵۴)

میر صاحب نے پہلے نظم کیا | مین نے بعد انکے ریزہ پر ز کیا (۲۵۵)

جیسے میرون مین شان ہو کچھ اور | ہم فقیروں مین شان ہو کچھ اور (۲۵۸)

دونون کا پلاٹ ایک ہے، طرز بیان ایک ہے، وزن ایک ہے، اور چونکہ زمانۂ تالیف ایک ہے اسلیے زبان بھی قدرۃً ایک ہے، یہانتک کہ کہین کہین الفاظ بھی متحد ہو گئے ہین،

میر صاحب نے شروع کے ۲۴ شعروں میں عشق کے عام کارنامے بیان کیے ہیں مثلاً

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال | ہر جگہ اوسکی اک نئی ہے چال
دل میں جا کر کہیں تو درد ہوا | کہیں سینہ میں آہ سرد ہوا
کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا | کہیں سر میں جنون ہو کے رہا
کسو چہرہ کا رنگ زرد ہوا | کسو محمل کے آگے گرد ہوا
کبھو افغانِ مرغ گلشن تھا | کبھو قمری کا طوق گردن تھا

مصحفی کے ہاں بھی تمہید کے ۱۲ شعر اسی رنگ کے ہیں،

آغاز داستان میں میر صاحب اپنے ہیرو کا تعارف اس طرز و انداز سے کرتے ہیں

اک جا اک جوان خوش رعنا | لالہ رخسار سرو بالا تھا
عشق رکھتا تھا اوسکی چھاتی گرم | دل وہ رکھتا تھا موم سے بھی نرم
شوق تھا اوسکو صورت خوش سے | انس رکھتا تھا وضع دلکش سے
تھا طرحدار آپ بھی لیکن | رہ نہ سکتا تھا اچھی صورت بن
دیکھتا گر کوئی وہ خوش پرکار | رہتا خمیازہ کش ہی لیل و نہار
سر میں تھا شوق، ذوق دلمیں تھا | عشق ہی اوسکے آب و گل میں تھا

مصحفی کا ہیرو بھی ٹھیک ویسا ہی عاشق مزاج و حسن پرست ہے، (صفحہ ۱۳-۲۱)

دونوں ہیرو عاشق بھی بالکل ایک ہی طریقہ سے ہوتے ہیں یعنی سیر چمن سے واپسی کے بعد نگاہ ایک رہگذر میں کسی بالاخانہ پر جاتی ہے، اور طرفین کے دل فوراً بسمل ہو جاتے ہیں، میر صاحب فرماتے ہیں ؎

دیکھ گلشن کو نا امیدانہ | منھ کیا ان نے جانب خانہ
ناگہ اک کوچہ سے گزار ہوا | آفت تازہ سے دوچار ہوا
ایک غرفہ سے ایک مہ پارہ | تھی طرف اوس کے گرم نظارہ
پڑ گئی اوس پہ اک نظر اوسکی | پر نہ آئی اُسے خبر اوس کی
ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ | صبر رخصت ہوا اک آہ کیساتھ

ٹھیک یہی کیفیت بحر المحبت کے ہیرو کو بھی پیش آئی ہے، (ش ۲۳-۲۴)

کچھ دیر کے بعد دریائے عشق کی ہیروین، اُٹھ کر چلی جاتی ہے، عاشق صاحب خاک پر لوٹنے لگتے اور خون جگر پینے لگتے ہیں ؎

جھاڑ دامن کے تئیں وہ مہ پارہ | اوٹھ گئی سامنے سے یکبارہ
دل پر کرنے لگا طپیدن ناز | رنگ چہرہ سے کر چلا پرواز
طبع نے اک جنون کیا پیدا | اشک نے رنگ خون کیا پیدا
بستر خاک پر گرا وہ زار | درد کا گھر ہوا دل بیمار

مصحفی نے اس کوچہ مین بھی ایک ایک قدم میر صاحب کے قائم کئے ہوئے راستہ پر اٹھایا ہے، (ش ۳۸-۴۲)

میر صاحب اپنے ہیرو کی شوریدہ سری کی تصویر یون کھینچتے ہین :-

خو ہوئی نالۂ حزین کے ساتھ ۔۔۔ رابطہ آہِ آتشین کے ساتھ

ہونٹھ سوکھے تو خون ناب ملا ۔۔۔ خواب اور خور دونون کو جواب ملا

کچھ کہا گر کسو نے شفقت سے ۔۔۔ رو دیا اوس نے ایک حسرت سے

جا کے اوس کے قریب در بیٹھا ۔۔۔ قصد مرنے کا اپنے کر بیٹھا

دل نہ سمجھا کہ اضطراب کیا ۔۔۔ شوق نے کام کو خراب کیا

جو کہ سمجھے تھے اس کو دیوانہ ۔۔۔ رحم کرتے تھے آشنا یا نہ

عاشق اس کو کسو کا جان گئے ۔۔۔ سب برا اس ادا سے مان گئے

مصحفی کا ہیرو اس حیثیت سے بھی اپنے پیشرو کا گویا بالکل مثنیٰ تھا، (ش ۴۸-۵۵)

میر صاحب کے ہیرو کے عشق کا چرچا جب پھیلتا ہے، تو معشوقہ کے اہل خاندان سخت برہم ہوتے ہین، اور عاشق کے قتل کا قصد کر بیٹھتے ہین، لیکن عاقبت اندیشی نتائج سے ڈراتی ہے، اسلیے رائے یہ قرار پاتی ہے، کہ اسے دیوانہ قرار دے کر ہر طرح ذلیل و خوار و رسوا کیا جائے، اور زد و کوب کی سخت سے سخت سزائین دیجائین،

چنانچہ اس تدبیر پر پورا عمل کیا جاتا ہے،

وارث اوسکے بھی بدگمان ہوئے	درپئے دشمنئ جان ہوئے
مشورت تھی کہ مارہی ڈالین	دفعتہً اس بلا کو یون ٹالین
پھر یہ ٹھہری کہ ہونگے ہم بدنام	سُنکے آخر کہین گے خاص و عام
کیا گنہ تھا کہ یہ جوان مارا	کس نے مارا اسے کہان مارا
کیجیے ایک ڈھب سے اسکو تنگ	تا نہ عائد ہو اپنی جانب ننگ
تہمتِ خبط رکھئے اس کے سر	کیجیے سنگسار اس کو پھر
دیکھے دیوانہ اس جوان کو قرار	ہو گئے سارے درپئے آزار
ایک نے سخت کہہ کے تنگ کیا	ایک نے اُسکے زیرِ سنگ کیا
کی اشارت کہ کودکانِ شہر	آئے لبریزِ غصہ و پُر قہر

قریب قریب یہی سرگذشت بحرالمحبت مین بھی ملے گی، (ش ۶۱-۶۹)

لیکن یہ تمام سنگساری و جفاکاری بالکل بے اثر رہی عاشق خیالِ یار مین محو و مست تھا اُسے کسی سختی کی مطلق پروا نہ تھی عشق کی شوریدگی برابر بڑھتی گئی، ے

گرچہ ہنگامہ اوسکے سر پر تھا	لیک روئے دل اسکا اودھر تھا
وُہ تھا اس کے یہ خیال کے بیچ	تھا گرفتار اپنے حال کے بیچ

ہونٹھ پر حُسن کا بیان اوس کا
تھا سرِ سنگ آستان اوسکا

جی مین کہتا کہ آہ مشکل ہے
اس طرف یک نگاہ مشکل ہے

بس تغافل ہو اتر حم کر
گوش دل بجانب تظلم کر

کون کہتا ہے رہ نہ محوِ ساز
پر نہ اتنا کہ جی سے جائے نیاز

میر صاحب نے اس داستان کو بہت پھیلا کر لکھا ہے، مصحفی اس میدان مین بھی بالکل انھین کے نقش قدم پر چلے ہین، اور حق یہ ہے کہ بعض اشعار بہت ہی خوب نکالے ہین۔

لڑکی والون نے جب دیکھا کہ یہ وار خالی گیا اور رسوائی روز افزون ہے، تو رائے یہ قائم کی کہ صاحبزادی کو اپنے ایک عزیز کے ہان منتقل کر دین، جنکا مکان دریا کے پار تھا، چنانچہ ایک جہان دیدہ دایہ کو ہمراہ کر کے لڑکی رخصت کر دیا، میر صاحب فرماتے ہین۔ ؎

عشق بے پردہ جب فسانہ ہوا
مضطرب کد خدائی خانہ ہوا

گھر مین جا بہر دفع رسوائی
بیٹھ کر مشورت یہ ٹھہرائی

یان سے یہ غیرت مہ تابان
جا کے چندے رہے کہین پنہان

شب محافہ مین کر کے اس کو سوار
ساتھ دے ایک دایۂ غدّار

پار دریا کے جلد رخصت کی
اس طرح فکر دفع تہمت کی

گھر تھا اک آشنا کا مدِ نگاہ   وان ہو روپوش تا یہ غیرت ماہ
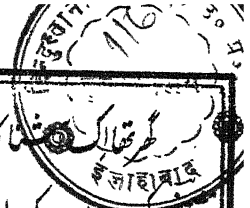
مصحفی کی ہیروین کے لیے بھی بعینہٖ یہی تدبیر عمل مین لائی گئی، لیکن اس ٹکڑے کے بیان مین میر و مصحفی کی داستان مین کسی قدر فرق ہے، میر صاحب کے ہان خاندان والون نے لڑکی کو خاموشی کے ساتھ یک بیک رخصت کر دیا ہے، بہ خلاف اسکے مصحفی کے ہان جہان لڑکی کی رخصتی دکھائی گئی ہے، وہان لڑکی والون کی دماغی و نفسی کیفیات کی بھی پوری تشریح ملتی ہے اور یہ اضافہ مصحفی کے کمال کی دلیل ہے،

بحر المحبت کے اشعار ذیل ملاحظہ ہون ؎

وارث اس نازنین کے دیکھ یہ حال   لائے سو سو طرح سے دلمین خیال (شعر ۱۱۷)

جب نہ بن آئی اور کچھ تدبیر   یہی سوچے کہ اب بلا تاخیر (۱۱۸)

یان سے لیجا کے اس صنم کے تئین   چندے پوشیدہ رکھین اور کہین (۱۱۹)

پار دریا کے اک ٹھکانا تھا   ان کا کوئی وہان یگانہ تھا (۱۲۰)

انسے اور اون سے تھی شناسائی   دوستی یکدلی و یک جائی (۱۲۱)

اعتماد و یگانگت بھی تھا   اتحادِ موانست بھی تھا (۱۲۲)

شاہد مہر جب ہوا روپوش   اور شب آئی ہو گلیم بدوش (۱۲۳)

ایک محافہ مین کر سوار اسے   ساتھ دایہ کے بھیجا پار اوسے (۱۲۴)

کہہ دیا یون کہ یان یہ رشک بہا ۔ ان دنون رات دن رہے تھی زار (۱۲۵)

خود بخود اسکے دل پہ غم تھا کچھ ۔ بے جہت متصل الم تھا کچھ (۱۲۶)

دن کو بستر پہ زار رہتی تھی ۔ شب کو اختر شمار رہتی تھی (۱۲۷)

خواب اور خور مین آگیا تھا قصور ۔ اوس کو تبدیل مکان تھا ضرور (۱۲۸)

اسلیے ہم نے اوس کو وان بھیجا ۔ کہ بیابان کی راس آئے ہوا (۱۲۹)

ناظرین دونون مثنویون کا مقابلہ کرکے پڑھین تو خود نظر آجائیگا کہ اس موقعہ پر مصحفی کا بیان بہت زیادہ نفسیات بشری کے مطابق ہے،

گھر سے محافہ جونہی نکل کر روانہ ہوا ہے عاشق کو بھی خبر ہوگئی ہے، اور وہ ساتھ ہو لیا ہے، میر و مصحفی دونون نے اس موقع پر جذبات عشق کی تشریح کی ہے، میر صاحب فرماتے ہین ؎

گھر سے باہر محافہ جب نکلا ۔ اوس جوان پاس ہوکے تب نکلا

طپش دل سے ہو کے یہ آگاہ ۔ ہو لیا ساتھ اس کے بھر کر آہ

جس سے جی کو کمال ہو الفت ۔ جس سے دلکی درست ہو نسبت

جنبش اوسکی پلک کو گر وان ہو ۔ دل مین یان کا وش نمایان ہو

یار کو درد چشم گر ہو وے ۔ چشم عاشق لہو مین تر ہو وے

مصحفی نے ان واردات قلب کی تصویر زیادہ تفصیل اور خوش اسلوبی کے ساتھ کھینچی ہے، (بحر المحبت شعر ۱۳۲ تا ۱۶۱)

بالآخر جب طاقت ضبط نہ رہی، تو دل کے جذبات زبان پر آ گئے، دریائے عشق میں ہے ؂

رفتہ رفتہ سخن ہوئے نالے	اڑنے لاگے جگر کے پرکالے
اضطراب دلی نے زور کیا	دل نے بے اختیار شور کیا
دل کے غم کو زبان پر لایا	آفت تازہ جان پر لایا
کائے جفا پیشہ و تغافل کیش	اک نظر سے زیادہ نہیں کچھ بیش
منھ چھپایا ہے تو نے اس پر بھی	نگہ التفات ایدھر بھی

اس طرح کے بہت سے اشعار ہیں مصحفی کے ہاں یہ نقش ہاں ذرا اور اجاگر ہو گیا ہے، (ش ۱۶۲-۱۶۷)

دایہ ایک ہی جہان دیدہ تھی، یہ آواز سنکر وہ عاشق کو اپنے پاس بلاتی ہے، اور امید وصل دلا کر اسے اپنے ہمراہ کشتی پر بٹھا لیتی ہے، ؂

گوش زد دایہ کے ہوئے یہ سخن	تھی وہ استاد کار حیلہ و فن
پاس اوس کو بلا، تسلی کی	وعدۂ وصل سے تشفی کی

زارنالی نہ کر شکیبا ہو ۔۔۔ عشق کا رازتا نہ رُسوا ہو

سخت دل تنگ تھی یہ غیرتِ ماہ ۔۔۔ قطع تجھ بن نہ ہو سکی تھی راہ

بزم عشرت کرین گے باہم سانہ ۔۔۔ ہوجیو اپنی دوست کا دمساز

دیکر اس کو فریب ساتھ لیا ۔۔۔ دلِ عاشق کو اپنے ہاتھ لیا

مصحفی کے ہان یہی حکایت کسی قدر تفصیل کے ساتھ دہرادی گئی ہے، ثبت ۱۲۳-۱۸۷

جان باختہ عاشق، محافہ کے ہمراہ کشتی پر سوار ہولیا، دایہ کا مقصد بہانہ سے اسکی جان لینا تھا جب کشتی وسطِ آب مین پہنچی، تو دایہ نے معشوقہ کی جوتی دریا مین پھینک دی، اور عاشق سے کہا، کہ اگر پاس عشق و دعویٰ محبت ہے تو اسکی جوتی کو نکال لا، اور اگر جان عزیز ہے، تو خواہ مخواہ عاشقی کو کیون بدنام کیا؟

میر صاحب ارشاد کرتے ہین،

بیچ دریا کے دایہ نے جاکر ۔۔۔ کفش اس گل کی اوسکو دکھلاکر

پھینکی پانی کی سطح پر یکبار ۔۔۔ اور بولی کہ او جگر افگار

حیف تیری نگار کی پاپوش ۔۔۔ موج دریا سے ہوئے ہم آغوش

غیرتِ عشق ہے تو لا اوسکو ۔۔۔ چھوڑ مت یون برہنہ پا اسکو

اس طرف آپکے اوترنا ہے ۔۔۔ اس نواحی کی سیر کرنا ہے

پاؤن اسکے جو ہین فگار آلود | ظلم ہے ہوئین گر غبار آلود
جس کفِ پا کو رنگ گل ہو بار | منصفی ہے کہ خار سے ہو فگار
ان پہ نرمی مین گل سے ہون جو بڑے | آبلہ چشم کو سیاہ کرے
یہ روا ہے تو اپنے حال پہ رو | مفت ناموس عشق کو مت کھو
جی اگر تھا عزیز اسے ناکام | کیون عبث عشق کو کیا بدنام

مصحفی نے درمیان کے بہت سے اشعار حیلۂ زنان (ش ۱۹۲-۱۹۵) جوش دریا (ش ۲۰۲-۲۱۲) وغیرہ سے متعلق اضافہ کئے ہین، اس کے بعد دایہ کی اس چال کا ذکر کیا ہے (ش ۲۲۲-۲۳۲)

مصحفی نے اس موقع پہ جو نکتہ بلاغت مرعی رکھا ہے، وہ خاص طور پر قابل لحاظ ہے، دریا مین جوتی پھینکنے کے بعد میر صاحب نے دایہ کی زبان سے ایک بڑی تقریر نقل کر دی ہے جو آٹھ شعرون مین آئی ہے اور جس مین طرح طرح کے واسطہ دلا کر عاشق کو اوس کے نکال لانے پر اوکسایا ہے، مصحفی نے اس ساری تقریر کے بجائے اس مفہوم کو صرف تین لفظون مین ادا کر دیا ہے،

"ہان میان لینا"

بلاغت کے رمز شناس جانتے ہین کہ یہ طریق ادا اس موقع کے لیے کتنا مناسب و مؤثر ہے، طویل تقریر کے لیے اس موقع پر نہ وقت نکل سکتا تھا، اور نہ ایسے جانباز

عاشق کے لیے مطلق حاجت تھی، کہ اسے غیرت دلا کر اس کے لیے آمادہ کیا جائے،
اس کے لیے تو صرف چشم و ابرو کا اشارہ کافی ہو سکتا تھا، مصحفی نے ساری روداد
تین شعرون مین بجائے میر تقی کے گیارہ شعرون کے قلمبند کر دی ہے،

پہنچی کشتی جو بیچ مین اک بار — ہوئی سرگرم حیلہ و غدار (ش ۲۲۰)

امتحاناً بر روئے سطح آب — یعنی کفش اپنی کی پر تاب (ش ۲۲۱)

تھا جو منظور اوسکو جان لینا — پھر کہا یہ کہ ہان میان لینا (ش ۲۲۲)

میر صاحب کے عام مرتبۂ استادی مین کس کو شبہہ ہو سکتا ہے، لیکن اس موقع پر مصحفی نے ان سے بڑھکر اپنے کمال کا ثبوت دیا ہے، بہر حال کفش کے گرتے ہی جوان دریا مین کودا، کودتے ہی ڈوبا، اور ایسا ڈوبا کہ پھر نعش تک نہ ادبھری،

میر صاحب اس غرقابی پر یون آنسو بہاتے ہین ؎

کھنچ گیا قعر کو وہ گوہر ناب — تھی کشش عشق کی مگر تہ آب

کہتے ہین ڈوبتے اوچھلتے ہین — ڈوبے ایسے کوئی نکلتے ہین

ڈوبے جو یان کہین وہ جا نکلے — غرق دریائے عشق کیا نکلے

مصحفی نے یہان بھی ذرا زیادہ تفصیل سے کام لیا ہے، اور عشق کی عام قربانیون پر توجہ کیا ہے (ش ۲۲۴-۲۲۹)

لڑکی نے چند روز (بہ قول میر صاحب کے ایک ہفتہ) کے بعد دایہ سے کہا کہ جو باعث رسوائی تھا، وہ تو غرق ہی ہوگیا، مجھے گھر واپس لے چلو، یہاں میری طبیعت کو اور وحشت ہوتی ہے، اب گھر چلنے میں کیا مضائقہ ہے،

قصہ کوتاہ بعد یک ہفتہ	آکے وہ رشک مہ ز خود رفتہ
کہنے لاگی کہ اب تو اے دایہ	ہو گیا غرق وہ فسردہ مایہ
اب تو وہ ننگ درمیان سے گیا	آرزومند اس جہان سے گیا
شور فتنے تھے اس تلک سارے	اب تو بدنامیاں نہیں بارے
مصلحت ہے کہ مجھکو لے چل گھر	ایک دو دم رہینگے دریا پر

مصحفی نے اس تقریر کو زیادہ شرح و بسط کے ساتھ ادا کیا ہے، (۲۵۵ - ۲۶۰)

البتہ اس سلسلہ میں اُنکا ایک شعر کسی قدر توضیح طلب ہے، وہ فرماتے ہیں کہ،

ایک دن دایہ سے کہا آکر	مجھکو اکثر رہے ہے دردِ جگر ش ۲۵۵
گھر کو لیچل کہ جس کا تھا خطرہ	اتو وہ مدعیٔ جان نہ رہا ش ۲۵۶
کون جانے ہے وہ کدھر کو گیا	مر گیا یا کسی نگر کو گیا ش ۲۵۷

لڑکی کو اس جوان کے غرق ہو جانے کا اچھی طرح علم تھا، پھر اس کا شک و اشتباہ کے لہجہ میں یہ کہنا کہ خدا معلوم وہ کہاں گیا، زندہ بھی ہے یا کسی شہر کو چلا گیا اور

یہ معنی رکھتا ہے کہ لڑکی نے اپنے تئین جوان کے انجام سے قصداً انجان بنایا، تا کہ دایہ کو ذرا بھی بدگمانی نہ پیدا ہو سکے،

دایہ اگرچہ بڑی جہاندیدہ و پختہ کار تھی، تاہم اسکی معاملہ فہمی و زیرکی عشق کی نیرنگیون اور کارسازیون کا مقابلہ نہ کر سکی، لڑکی کی اِس خواہش کو اس نے بخوشی منظور کر لیا اور کہا بیشک اب گھر چلنا چاہیئے، سب اعزہ کا دل خوش ہو گا، میر صاحب:-

دایہ بولی کہ اے سراپا ناز	حُسن کا تیرے در پہ روئے نیاز
کون مانع ہے گھر کے چلنے کا	سدرہ کون ہے نکلنے کا
ہو محافہ مین دل خوشی سے سوار	شاد شادان کر آب سے تو گزار
دل سے اپنے پدر کے غم کم کر	مادر مہربان کو خرم کر
کر ملاقات ہمدمون سے تو	گرم بازی ہو محرمون سے تو

بحر المحبت مین بھی یہی مضمون دُہرایا گیا ہے (ش ۲۷۱-۲۷۶) اور عشق کی فریب کاریون اور سحر طرازیون کا راگ، سوز و گداز کی لے مین الاپا گیا ہے (ش ۲۷۸-۲۹۰)

غرض روانگی ہوئی، دو پہر کو کشتی وسط دریا مین پہنچی، اس وقت لڑکی ظاہری بھولے پن کے کیساتھ دایہ سے دریافت کرتی ہے، کہ ذرا بتانا تو وہ شخص کس مقام پر ڈوبا تھا؟

حرف زن یون ہوئی کہ ای دا آہ | یان گرا تھا کہان وہ کم مایہ
موج سے تھا کدھر کو ہم آغوش | تھا تلاطم سے کس طرف ہم دوش
تجھکو آیا نظر کہان آکر | پھر جو ڈوبا تو کس جگہ جاکر
مجھکو دیجیو نشان اوس جا کا | مین بھی دیکھون خروش دریا کا

بحر المحبت مین اس گفتگو کے علاوہ وہ تقریر بھی درج ہے، جو پردہ نشین محبوب نے اس موقع پر زبان حال سے اپنے غرق شدہ عاشق سے کی ہے۔ (شعر ۲۰۴-۲۱۶) اور یہ اضافہ قدرۃً پُرتاثیر ہے،

وایہ اس مقام کا نشان دیتی ہے، محافہ نشین بلا تامل کو دپڑتی ہے اور چشم زدن مین غرق ہوجاتی ہے ؎

سنتے ہی یہ کہان کرکر | گرپڑی قصد جان کر کر
موج ہر اک کمند شوق تھی آہ | اس کو برنگ مار سیاہ
حسن موجون مین یون نظر آوے | نور مہتاب جس سے لہرائے
کشش عشق آخر اس مہ کو | لیگئی کھینچتی ہوئی تہ کو

بحر المحبت مین اِس حکایت کو بہ تغیر الفاظ نقل کر دیا ہے، شعر ۲۲۱-۲۳۲

ملاحون اور پیراکون نے بچانے کی انتہائی کوشش کی، مگر ناکام رہے، نعش

تک نہ پا سکے، دایہ سر پیٹتی ہوئی گھر آتی ہے، اعزہ حادثہ کی خبر سنتے ہین، اور سب کے سب ماتم کرتے لب دریا پہنچتے ہین ؎

کو دے غواص و آشنا سارے	تا بہ مقدور دست و پا مارے
کھینچ کے آہ سب ہوئے بیتاب	نہ لگا ہاتھ وہ دُر نایاب
سر پٹکتی جو گھر گئی دایہ	آفت تازہ لے گئی دایہ
اب و عم مادر و برادر سب	خاک افشان بہ سر و نالہ بہ لب
سوئے دریا روان ہوئے گریان	آتش غم دل و جگر بریان

مصحفی کے اوراق ہین، اس منظر کی بھی مصوری اور زیادہ وضاحت و تاثیر کے ساتھ کیگئی ہے، (ش ۳۳۲-۳۲۹)

بالآخر دریا مین جال ڈالے گئے ہین حبیب و محبوب دونون کے جسم ایک دوسرے سے ہم آغوش نکلے ہین، اور یہی اس ٹریجڈی (افسانۂ غم) کا آخری سین ہے ؎

دام داردن سے سب نے کام لیا	آخر اون کو اسیر دام کیا
نکلے باہر وے یوں سے نکلے	دونون دست و بغل ہوئے نکلے
ایک کا ہاتھ ایک کی بالین	ایک کے لب کو ایک سے تسکین

جو نظر اُن کو آن کرتے تھے — ایک قالب گمان کرتے تھے

کیون نہ دشوار ہوئے اُنکا فصل — جان دیگر ہوا ہو جسکا وصل

مصحفی کے مرثیہ مین بھی مقطع کا بند یہی ہے ش ۳۴۱-۳۵۱

تصریحات بالا سے معلوم ہوا ہوگا کہ میر و مصحفی دونون نے ایک ہی بحر مین شاعری کی ہے، میر کی افضلیت و اولیت تمام اردو شاعرون کے مقابلہ مین مسلم ہے، لیکن اس مخصوص میدان مین جیساکہ اوپر کئی بار اشارہ کیا جاچکا ہے، مصحفی کا پلہ جھکتا ہوا نظر آتا ہے، اس کا سبب خواہ یہ ہوا کہ اُن کے سامنے ایک نمونہ پیشتر سے موجود تھا، اور اور نقش ثانی نقش اول کے مقابلہ مین آسان تر و بہتر ہوتا ہے، خواہ کچھ اور ہو، واقعہ بہرصورت یہ ہے کہ مصحفی کی مصوری مقتضاے حال سے قریب تر اور جذبات بشری کے زیادہ مطابق ثابت ہوئی،

بااینہمہ میر پھر میر ہین، اُنکے قلم سے متعدد اشعار اس قدر دل نشین اور ڈھلے ہوئے نکلے ہین، اور جنمین اس مخصوص افسانہ سے قطع نظر کرکے عام واردات قلب اس خوبی سے بیان کیئے گئے ہین کہ بے اختیار زبانون پر چڑھ گئے ہین، اور فرط قبولیت سے قریب ہے کہ ضرب المثل کے درجہ تک پہنچ جائین، مثلاً

تاثیر عشق

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال — ہر جگہ اسکی اک نئی ہے چال

دل مین جا کر کہین تو درد ہوا | کہین سینہ مین آہ سرد ہوا

حسن کا اثر قلب عاشق پر،

تھی نظر یا کہ جی کی آفت تھی | وہ نظر بھی وداع طاقت تھی
ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ | صبر رخصت ہوا اک آہ کیساتھ
بیقراری نے کچھ ادا ئی کی | تاب وطاقت نے بیوفائی کی
ہاتھ جانے لگا گریبان تک | چاک کے پھیلے پاؤن دامان تک
خو ہوئی نالہ حزین کے ساتھ | رابطہ آہِ آتشین کے ساتھ

عشق کی ازلی حرمان نصیبی

کہتے ہین ڈوبتے اوچھلتے ہین | ایسے ڈوبے کوئی نکلتے ہین
ڈوبے جو یان کہین وہ جا نکلے | غرق دریاے عشق کیا نکلے

حسن وعشق مین مناسبت،

یار کو درد چشم گر ہوئے | چشم عاشق لہو مین تر ہوئے
چاک دامن ہے وان پئے زینت | یان گریبان ہے چاک گل کی صفت
وان دہن تنگ یان ہے دلتنگی | حسن اور عشق مین ہے یکرنگی

مصحفی کے ہان بھی اس نوعیت کے اشعار نکل آئین گے، لیکن کمتر،

مثنوی

بحر المحبت[۱]

۱ لب زخمِ قلم ذرا وا ہو	تا کہین تجھ سے نالہ پیدا ہو
۲ ساتھ کاغذ کے عشق بازی کر	یعنی کچھ داستان طرازی کر
۳ کسی خستہ جگر کے حال کو لکھ	کسی سرو روان کی چال کو لکھ
۴ ناشکیبی کسی کی دکھلا دے	دلفریبی کسی کی لکھوا دے
۵ کہین پیچاک[۲]) آہ کر تحریر	دے بنا زلف کی کہین زنجیر
۶ قصۂ عشق لیلی و مجنون	گرچہ کچھ اس قدر نہ تھا مضمون
۷ تیری طرحیون[۳] سے دور کھنچا[۴]	کئی اہلِ سخن نے اسکو لکھا[۵]
۸ مبتذل عشق کا نہ ہو مضمون	عشق موزون کو پھر[۶] بھی کر موزون

۱؎ "بحر المحبت مصحفی بجواب دریائے عشق میر تقی" (ب) ۲؎ م "پنچاک" (الف) "تبخال" (حاشیہ الف) "پیچاک" (ب) ۳؎ "طرحیون" (ب) ۴؎ "کھچا" (ب) ۵؎ "کہا" (ب) ۶؎ "تو" (ب)

۹ گرچہ (ہے کلکِ میر نادر)[۷] کا رشہ[۸] — تو بھی ندرت کو اپنی کر اظہار

۱۰ جن مقاموں میں[۹] رنگ کم ہے بھرا — دے ذرا اور بھی تو حسن[۱۰] ملا

۱۱ سطحِ کاغذ پہ کھینچ وہ تصویر — جس سے[۱۱] حیران رہیں صغیر و کبیر

۱۲ رمزِ شق القمر جتا دے تو — معجزہ اپنا ٹک دکھا دے تو

آغازِ داستانِ آن جوان[۱۲]

۱۳ ایک جا اک جوان خوش ظاہر — تھا نپٹ فنِ عشق سے ماہر

۱۴ دل پہ صدمے بہت اُٹھائے تھے — داغ پر داغ[۱۳] اس نے کھائے تھے

۱۵ اس کی نظریں چڑھی تھیں[۱۴] لاکھ نگاہ — دیکھیاں تھیں ہزار چشم سیاہ

۱۶ بہ تقاضائے عشق سنجیدہ — لیکن اُس پر بھی تھا وہ نادیدہ

۱۷ گر کہیں روئے خوش نظر آتا — نوکِ مژگاں تلک جگر آتا

۱۸ ہو کے ممنون[۱۵] ناشکیبیِ شوق — تھا نظر بازِ دل فریبیِ شوق

۱۹ تپشِ[۱۶] دل کو راہ تھی اس سے — چشمِ حیرت نگاہ تھی اس سے

---

[۷] "کلکِ مرد نادرہ" (ب) [۸] یعنی میر تقی کی مثنوی دریائے عشق در ہمیں مضمون گفتہ اند اعالا مکرر شدہ"

(الف حاشیہ) [۹] "یہ" (ب) [۱۰] رنگ (ب) [۱۱] "پہ" (ب) [۱۲] ب میں عنوان غائب، خالی جگہ چھوڑی ہوئی، [۱۳]
.. "تھا وہ یہ گھاؤ" (ب) [۱۴] "چڑھ چکیں تھیں" (ب) [۱۵] "مجنون" (ب) [۱۶] "طپش" (ب)

گاہ گلزار کی طرف جاتا — جی کو گل پھول ساتھ بہلاتا ۲۰

گاہ کرتا نظارۂ در و بام — گاہ تھا گوچہ گردی اُسکا کام ۲۱

ازدحامِ (زنان[۱۸]) جہاں ہوتا — آپ ہوکر وہاں رواں ہوتا ۲۲

گیا کہو ن ایک دن وہ خوش پرکار — کرکے سیرِ چمن بفصلِ بہار ۲۳

گھر کو آتا تھا عشق بازانہ — گل بدستار (نوجوانہ[۱۹]) ۲۴

کہ کسی کوچہ مین جو جا نکلا[۲۰] — اس کے بھی دل کا مدعا نکلا[۲۱] ۲۵

دل تھا اس کا جو[۲۲] عشق آمادہ — ہوگیا اک جگہ پہ دلدادہ ۲۶

یعنی اک نازنین گل رخسار — ہوئی غرفہ مین اُس سے آکے دوچار ۲۷

اس کی آنکھ اُس پہ اسکی اس پہ پڑی — یکدگر جب بہم نگاہ لڑی ۲۸

جون یہ اس کے سماگئی جی مین — وون کچھ اسکے بھی آگئی جی مین ۲۹

دل نے جب (لگ کے[۲۳]) راہ پیدا کی — لب خامش نے (آہ[۲۴]) پیدا کی ۳۰

حوصلہ خون (مژہ سے ہو کے بہا[۲۵]) — ضبط پہ ضبط (کچھ نہ اس کا[۲۶]) رہا ۳۱

---

۱۷ "اژدہام" (ب) . . . . ۱۸ "زمان" (الف) ۱۹ "نوجوان یانہ" (الف) ۲۰ "ایک کوچہ سے جو جا نکلا" (ب) ۲۱ "اسکے دل کا بھی مدعا نکلا" (ب) ۲۲ "دل جو تھا اسکا" (ب) ۲۳ م "تک کے" (ب) ۲۴ م

۲۵ "ہو مژہ پہ بہا" (ب) ۲۶ "اسکا کچھ نہ" (ب)

آنکھین بے اختیار بھر آئین   پلکین ندیان سی کچھ رنظر آئین[27]

۱ اشک آمائلِ نظارہ ہوئے[28]   جگر و دل ہزار پارہ ہوئے

۳ طائرِ رنگ کر گیا پرواز   ہو گیا صعوہ صیدِ چنگل باز

۳۰ لب کو دندان کے ساتھ ربط ہوا   لوگ سمجھے کہ اس کو خبط ہوا

۳۰ دل کے ٹکڑے جگر کے پرکالے   آنکھون نے اُسکے آگے لا ڈالے

۳۷ جب کہ مانند تیر خوردہ شکار   وان سے جنبش ہوئی اسے دشوار

۳۸ دیکھ اُسے رفتہ دل بصد انداز   اُٹھی غرفہ سے وہ سراپا ناز

۳۹ پہلے شعلہ سا کچھ بلند ہوا   پھر وہ غرفہ زمین دو ہین[29]) بند ہوا

۴۰ ورقِ غرفہ مین جو تھی تصویر   صاف غائب ہوئی وہ بدر منیر

۴۱ جون ہی نظرون سے چھپ گیا[30] وہ ماہ   نظر آیا جوان کو روز سیاہ

۴۲ جان مضطر ہو تن سے جانے لگی   ہچکی دی مین غشی سی آنے لگی

۴۳ خشکی دوڑی جگر سے تا بہ زبان   اشک آ ہی گئے سرِ مژگان

۴۴ بسکہ[31] حال اس گھڑی تباہ ہوا   متصل صرف[32] آہ آہ ہوا

۴۵ پاسِ ناموس کا اُٹھا کھٹکا   سر کو اس آستان پہ[33] دے پٹکا

---

۲۷ م ، ۲۸ "اشک آمائل نظارہ ہوئے" (الف) ۲۹ "دہین" (ب) ۳۰ "گی" (ب) ۳۱ "یون" (ب) ۳۲ "حرف" (ب)
۳۳ "سے" (ب)

شیشۂ دل کو چور چور کیا   پیرہن چاک کر کے دور کیا ۴۶

گئی سو بار سوئے غرفہ نگاہ   پر نہ آئی نظر وہ غیرت ماہ ۴۷

تپش[34] دل نے بات ہی کھو دی   بیقراری نے گھات ہی کھو دی ۴۸

جان ہونٹوں پہ آئی آہ کے ساتھ   لو[35] ہو آنے لگا نگاہ کے ساتھ ۴۹

سوزش دل دوچند ہونے لگی   سر سے آتش بلند ہونے لگی ۵۰

صبر بھاگا بدیدۂ گریان   ناشکیبی سے بند[36] ھ گیا پیمان ۵۱

آہ حسرت[37] کا گھر بنا دلِ زار   گرم پہلو کیا بہ بستر خار ۵۲

مُنھ پہ ملکر کے اس گلی کی خاک   صبح آسا کیا گریبان چاک ۵۳

تب تو بلوائے خاص و عام ہوا   سر پہ اُس کے اک ازدحام[38] ہوا ۵۴

جان کر لوگ اُس کو سودائی   بہ تبسم ہوئے تماشائی ۵۵

جس کا ناگہ ہوا ادھر سے گزار   وہ رہا دیکھ اس کو حیران وار ۵۶

تھے جو ہم بزم ہشیاری   اور (جاتے تھے[39]) مرگ تک یاری ۵۷

اس کی حالت تباہ دیکھ چلے   آئے ٹھہرے کھڑے ہوئے کہ چلے ۵۸

---

[34] "طپش" (ب)   [35] "لہو" (ب)   [36] "بھر" (ب)   [37] "حیرت" (ب)

[38] "اژدہام" (ب)   [39] ب میں غایب

۵۹	الغرض یونہی گذرے جب کئی ماہ	ہوئی اسکے بھی دل مین اسکی راہ
۶۰	اس کو بھی اک خیال رہنے لگا	جی ہی جی مین ملال رہنے لگا
۶۱	صاحب خانہ تھا زبس (کہ) غیور	دیکھ کر اُس گلی مین یہ شر و شور
۶۲	مشورت ہر کسی سے کرنے لگا	مارے غیرت کے سخت مرنے لگا
۶۳	خشم گاہے کہے کہ مار ہی ڈال	جون بنے اس بلا کو سر سے ٹال
۶۴	لطف گاہے کہے تامل کر	دیکھ ہوتا ہے کیا تامل کر
۶۵	قتلِ عاشق روا نہین ہرگز	یہ کسی نے کیا نہین ہرگز
۶۶	وہ کرے گا تو ہوئے گا بدنام	اپنے مذہب مین جو برا ہے کام
۶۷	آخرِ کار تھے جو محرم کار	ایک دن اُن کو جمع کر اک بار
۶۸	مصلحت جو ہوا کہ کیا کیجے	کچھ مجھے اس کا مشورہ دیجے
۶۹	کیونکہ سر سے ٹلے یہ رسوائی	تب انھون نے یہ بات ٹھہرائی
۷۰	یعنی او باش کوچہ و بازار	کچھ نہ کچھ اس کو دیوین آ آزار
۷۱	اسپہ گو سیکڑون ستم ہوئین	پر نہ بدنام جس مین ہم ہوئین
۷۲	جب یہ ٹھہری تو کو دکانِ شریر	ساتھ لیکر کے اپنی جمع کثیر

م ۔ تامل (الف م) او "(الف) م ۔ الف مین یہ نقطہ کرم خوردہ تھا۔

یک بیک اس جوان پر ڈھائے[444] | لڑکے کیا آئے اک بلا لائے
سنگساری کسی نے اُسپر کی | خاکبازی[445] کسی نے اُس پر کی
کوئی اس سے بتھر پیش آیا | طعنہ زن کوئی تمام نیش آیا
کوئی تلوار سے ڈرانے لگا | اُس پہ برچھی کوئی اُٹھانے لگا
ہاتھ کھینچا کسی نے اُس کا بزور | کوئی غصہ سے آیا بر سرِ شور
کوئی بولا کہ یان سے اُٹھ جا بے | سانگ لایا ہے تو یہان کیا بے ۸
کچھ کسی نے کہا خشونت سے | کوئی بولا جو راہِ شفقت سے ۹
اس کو دونون کی کچھ نہ تھی پروا | کہ وہ زنہار آپ ہی مین نہ تھا ۰
تھا زخود رفتہ اس کی یاد کے بیچ | ہوگیا تھا گُم اتحاد کے بیچ ۱
گرچہ تھا اس کے سر پہ حشر بپا | پر نہ دیکھے تھا، تک وہ سر کو اوٹھا ۱۲
پیش چشم اُسکے اس پری کا خیال | (آہ[446]) غمزے کی کافری کا خیال ۱۳
لب خامش سے گفتگو اُس ساتھ | اس خرابہ مین آرزو اُس ساتھ ۱۴
کبھو[447] پاؤن پر سر کو رکھ دینا | کبھو[448] چٹ چٹ بلائین لے لینا ۱۵
کبھو کہنا کہ مین ترے قربان | آرزو ہے کہ جاؤں[449] (میری جان) ۱۶

---

[444] "ڈھائے" (ب) [445] "خاکبازی" (ب) [446] م۔ "آہ" (الف) [447] م۔ الف میں یہ الفاظ کرم خوردہ تھے۔ [448] م۔ "کبھے" (الف) [449] م۔ الف میں یہ الفاظ کرم خوردہ تھے۔

۸۷ کبھو کہنا کہ غرفہ مین آ تو — اپنا دیدار پھر بھی دکھلا تو

۸۸ جان آنکھون مین آئی ہے میری — تو بھی بے اعتنائی ہے تیری

۸۹ گھر مین جا بیٹھتے ہین پردہ نشین — پر نہ ایسے کہ پھر نہ نکلین کہین

۹۰ پاس الفت سے[۵۰] راہ رکھتے ہین — بام (و)[۵۱] و رنگاہ رکھتے ہین

۹۱ ہاتھ غرفہ سے گر نکالتے ہین — اس سے افتادہ کو سنبھالتے ہین

۹۲ کبھو کرتے ہین بن بشکل پری — بسر صحن بام جلوہ گری

۹۳ کبھو روزن پہ رکھ کے چشم سیاہ — دور تک پھینکتے ہین تیر[۵۲] نگاہ

۹۴ دیکھتے ہین کسی غریب کا حال — اور دکھاتے ہین اس کو اپنا جمال

۹۵ نہ کوئی آشنا نہ ھمدم ہے — ہے جو ہمدم[۵۳] تو بس تیرا غم ہے

۹۶ ایک تو ہون مین زیست سے بیزار — تس پہ کھینچون ہون سیکڑون آزار

۹۷ کوئی آکر مجھے ستاتا ہے — کوئی تیغ و تبر دکھاتا ہے

۹۸ کوئی آمادۂ ملامت ہے — کوئی نشتر زن شناعت ہے

۹۹ کوئی مجھ سے مکان چھڑاتا ہے — یار کا آستان چھڑاتا ہے

۱۰۰ کوئی کہتا ہے یہ سودائی — یان سے بہتر ہے اس کی (بیجائی)[۵۴]

---

[۵۰] م ۔ "کے" (الف)، [۵۱] م، [۵۲] "چشم" (الف) [۵۳] "مونس" (ب) "ہمدم" (حاشیۂ ب) [۵۴] م،

ایک جان اور اضطراب ہے[۵۵] یہ — مجھ پہ دن رات (اب عذاب ہے[۵۶] یہ ۱

تو ہی[۵۷]، بتلا کہ مین کدھر جاؤن — موت آتی نہین کہ مر جاؤن ۲

ہجر مین بسکہ جی سے (تنگ[۵۸]) ہون مین — اپنی ہستی کا اب تو ننگ ہون مین ۳

بام پر آکے تک نظارہ کر — سوئے تیغ نگہ اشارہ کر ۴

کہ میرا کام بس تمام کرے — میرا قصہ ہی[۵۹] انصرام کرے ۵

کب تلک ان اذیتون کو سہون — کب تلک ان مصیبتون مین رہون ۶

چاہ کی ہو گئی ہے پردہ دری — رہ نہ پردہ مین تو بھی رشک پری ۷

کہ نہایت تبہ ہے حال میرا — مجھ سے چھوٹا[۶۰] نہین خیال تیرا ۸

آہ کب تک جیا کرون غمگین — صبر کرتا پہ کیا کرون کہ نہین ۹

رات دن اسکا جو یہ ڈھنگ رہا — کچھ نہ پھر پاس نام و ننگ رہا ۱۰

کھنچ گئی طول اُس کی رسوائی — پر نہ غرفہ مین وہ پری آئی ۱۱

قصہ مشہور ہو گیا اوس کا — نہ رہا حسن و عشق مین پردہ ۱۲

جبکہ افشا ہوا یہ سینہ فگار — ہے اُسی نازنین کا عاشق زار ۱۳

---

[۵۵] "ہین" (ب) [۵۶] "کے عذاب ہین" (ب) [۵۷] "م بتنی" (الف) [۵۸] م - الف مین یہ لفظ کرم خوردہ تھا

[۵۹] "بھی" (ب) [۶۰] "چھٹتا" (ب)

نت سوئے غرفہ ہے نگاہ اوسکی — برق سی (کوندتی)[۶۱] ہے آہ اوسکی

منھ نہین موڑتا جفاؤن سے — ربط ہے اُسکو دل[۶۲] کی چاہون سے[۶۳]

وارث اس نازنین کے دیکھ یہ چال — لائے سو سو طرح[۶۴] سے دلمین خیال

(جب نہ بن آئی[۶۵]) اور کچھ تدبیر — (یہی سوچے[۶۶]) کہ اب بلا تا خیر

یان سے لیجا کے اس صنم کے تئین — چندے پوشیدہ رکھین اور کہین

طور پر اپنے وان یہ زیست کرے — پھر یہ دلدادہ یان جئے کہ مرے

پار دریا کے اک ٹھکانا تھا — اُن کا کوئی وہان یگانا تھا

ان سے اور اُن سے تھی شناسائی — دوستی یکدلی و یکجائی

اعتماد یگانگت بھی تھا — اتحاد و موانست بھی تھا

شاہد مہر جب ہوا روپوش — اور شب آئی ہو گلیم بدوش

اک محافہ مین کر سوار اُسے — ساتھ دایہ کے بھیجا پار اُسے

کہہ دیا یون کہ یان یہ رشک ہما — ان دنون (رات دن[۶۷] ہے تھی) زار

خود بخود اس کے دل پہ غم تھا کچھ — بے جہت متصل الم تھا کچھ

---

[۶۱] "کودتی" (الف) [۶۲] "جی" (ب) [۶۳] "جاؤن سے" (ب) [۶۴] "کے" (ب) [۶۵] "نہ بن آئی جب" (ب) [۶۶] "پھر یہ سوچی" (ب) [۶۷] "رہتی ہے بہت ہی" (ب)

دن کو بستر پہ زار رہتی تھی — شب کو اختر شمار رہتی تھی ۷

خواب اور خور مین آگیا تھا قصور — اس کو تبدیل تھا مکان ضرور ۸

اسلیے ہم نے اس کو وان بھیجا — کہ بیابان کی راس آئے ہوا ۹

مثل گل وا ہو اسکا غنچۂ دل — ٹلے چھاتی سے اُسکے غم کی سل ۰

لطف اٹھاوے ہوائے صحرا کا — دیکھے واشد حباب دریا کا ۱

کر محافہ مین اس پری کو سوار — لے چلی جب وہ دایۂ مکار ۲

جون ہی باہر وہ رہگذر سے ہوا — گزر اس کا جوان کے سر سے ہوا ۳

بوئے اُنس اس کو اس سے آہی گئی — اس کی آنکھ اُس کی گھات پا ہی گئی ۴

دل مین اُس کے قلق نے جوش کیا — سر پہ بے صبری نے خروش کیا ۵

(وان سے پائے ثبات[۲۶۵]) اکھڑنے لگا — متصل سر پہ ہاتھ پڑنے لگا ۶

عشق کہتا (تھا[۲۶۶]) تو نہ ٹل یان سے — جذب کہتا (تھا[۲۶۷]) چل[۲۶۸] نکل یان سے ۷

(سچ[۲۶۹] ہے) وہ جو غلام الفت ہے — کشف (اس[۲۷۰] کا) مقام الفت ہے ۸

دل آگہ نے دی یہ اس کو خبر — کہ محافہ مین ہے وہ رشک قمر ۹

---

۲۶۵ "وہاں پائے سپات" (ب)؛ ۲۶۶ و ۲۶۷ — "تھے" (الف)؛ ۲۶۸ "تو" (ب)؛ ۲۶۹ " سچے"

۲۷۰ " ان کا" (ب)

اب ترا اس گلی مین کام ہے کیا   تو بھی ہمراہ ہو برنگِ صبا

جس طرف جاوے وہ اُدھر جا تو   دیکھ نادان فریب مت کھا تو

یہ سمجھ جب وہ[۹۴۲] اس کے سات ہوا   موردِ (چشم التفات[۹۴۳]) ہوا

دل مین وحشت کہ کیا کہے کوئی   جی پر آفت کہ چشم خون روئی

ساتھ اُس[۹۴۴] کے یہ دردمند (اسیر[۹۴۵])   کششِ دل کی پاؤن مین زنجیر

(دایہ وحشت[۹۴۶]) سے پیش وپس نگران   پیچھے دایہ کے قطرہ زن یہ جوان

سر بزانو محافہ مین وہ پری   جون قفس مین ہو کوئی کبک دری

دل مین[۹۴۷] گھر چھوٹنے کا اس کو[۹۴۸] ملال   اور رسوائیون کا اپنی خیال

کہ یہ کیا افترا بندھا مجھ پر   زہر کھا کون مر گیا مجھ پر

میری آنکھون نے کس کو خویش کیا   میری پلکون نے کس کو ریش کیا

کس[۹۴۹] پہ خواہش سے کی نظر مین نے   چھوڑا کس کے سبب سے گھر مین نے

کس سے مین آہ ہم کلام ہوئی   کس سے نظارہ بازِ بام ہوئی

کس سے مین نے کیا پیام وسلام   کس کی الفت سے مین ہوئی بدنام

---

۹۴۲ "یون" (ب) ۹۴۳ "خشم و التفات" (الف) ۹۴۴ "ان" (ب) ۹۴۵ م الف مین یہ لفظ کرم خوردہ تھا، ب مین "سفیر" ۹۴۶ "دل کی وحشت" (ب) ۹۴۷ "پہ" (ب) ۹۴۸ "کے" (ب) ۹۴۹ "جس" (ب)

س سے غرفہ (۸۲) مین لڑائی آنکھ | کس کو روزن سے مین دکھائی آنکھ ۵۳
اک پردہ سے مین نے جھانکا کب | میری ویرانی کا ہے کچھ بھی سبب ۵۴
عجب خانمان خرابی ہے | کہ نکلنا یاں شتابی ہے ۵۵
سی صورت جوان غم دیدہ | بخیالِ محال پیچیدہ ۵۶
چشم (دور راہ کز [۸۳]) برائے خدا | وے محافہ کا پردہ باد [۸۴] اٹھا ۵۷
[۸۵] یکھے تا روے ماہ پردہ نشین | جس کی خاطر مذلتین [۸۶] یہ سہین ۵۸
کھول دے گو نہ اس کا مُنھ سارا | اک جھلک کا تو ہووے نظارہ ۵۹
تھا محافہ وہ دُوریون سے کسا | اُس مین دشوار تھا گذار صبا ۶۰
نہ رہی جب کہ اس مین طاقت صبر [۸۷] | جیب پھاڑا بمرگ (حضرت [۸۸]) صبر ۶۱
بر کے نالہ بطرح [۸۹]) سوز و گداز | یون قرین محافہ دی آواز ۶۲
کا [۹۰] پری چہرہ اتنی روپوشی | (جی [۹۱]) سے گذرا مین ہائے خاموشی ۶۳

---

[۸۲] م "مین" (ب)، [۸۳] " وررہ کہ از" (ب) [۸۴] "باؤ" (ب)؛ [۸۵] "دیکھون" (ب)

[۸۶] "اذیتین" (ب)، [۸۷] م۔ "نہ رہا جب کہ اس مین طاقت و صبر" (الف)

[۸۸] "رخصت" (الف)؛ [۸۹] "رکھ کے نالہ بطرح" (ب)، [۹۰] "کہ" (ب)

[۹۱] م۔ "اس" (الف و ب)

۱۶۴ نہ تو آواز ہی سناتی ہے — نہ تری بو ہی مجھ تک آتی ہے

۱۶۵ ہے گھٹا ٹوپ یا محافہ یہ — ٹک تو پردہ اٹھا دے غیرت مہ

۱۶۶ (کہ بھلا اک جھلک تو مین دیکھون — تیری نتھ کی ڈھلک تو مین دیکھون)[۹۲]

۱۶۷ خوبرو کرتے ہین تغافل سب — پر نہ اتنا کہ (ہوئے[۹۳] محض غضب)

۱۶۸ داغ ہے انتظار آنکھون مین — خون ہے (جائے یار)[۹۴] آنکھون مین

۱۶۹ تجھکو اپنی ستم گری کی قسم — تجھکو غمزے کی کافری کی قسم

۱۷۰ قسم اپنی تجھے تغافل[۹۵] کی — قسم اپنی تجھے تجاہل[۹۶] کی

۱۷۱ حرف زن اپنی دردمند سے ہو — گرم اے آتش اس سپند سے ہو

۱۷۲ سن کے دایہ یہ اس کے طرز کلام — ہو مخاطب بالتفات تمام

۱۷۳ پاس اس کو بلا کے آہستہ — یون لگی کہنے کا[۹۷]ی جگر خستہ

۱۷۴ یاس کو دے جواب گھر جاوے — درد حرمان سے کہہ[۹۸] کہ مرجاوے

۱۷۵ آہ (و)[۹۹] نالے[۱۰۰] سے کہہ کہ رخصت ہون — گرم رفتار راہ (فرقت[۱۰۱]) ہون

---

۹۲ ب مین یہ پورا شعر غائب ، ۹۳ "ہو دو عشوہ" (ب) ۹۴ "جان زار" (ب)

۹۵ "تجاہل" (ب) ۹۶ "تغافل" (ب) ۹۷ "اے" (ب) ،

۹۸ "کہو" (ب)، ۹۹ م۔ ۱۰۰ "کو" (ب) ۱۰۱ م۔ "فرقت" (الف - ب)

کیونکہ نزدیک ہے زمانِ وصال ‏ ‏ ہجر تھا جو[102] ہوا وہ خواب وخیال

اب کوئی دم کو (وہم و ثنا[103] قی) ہے ‏ ‏ دیر منزل تلک کی باقی ہے

جب کہ منزل پدید ہوئے گی ‏ ‏ شب تری روزِ عید ہوئے گی

(بس اب[104]) درد وغم کو جانے دے ‏ ‏ دور دور اس صنم کو جانے دے

شب کو (مل ہی[105]) رہے گا تو اُس سے ‏ ‏ اب کنارہ ہی خوب ہے اُس سے

کیونکہ ہے اس مین بیم بدنامی ‏ ‏ تو چلا چل ابھی بنا کامی

اک ذرا اب تو دل کو ڈھارس دے ‏ ‏ چل کے منزل پہ جام عشرت[106] لے

تیرے آنے سے یہ صنم ہوئی شاد ‏ ‏ کیونکہ ملنا ترا تھا اُس کی مراد

جی سے چاہے تھی ہمرہی تیری ‏ ‏ اس کو رستہ مین یاد تھی تیری

بارے اس کے بھی دل کی داد ملی ‏ ‏ حق سے مانگی تھی جو مراد ملی

پیچھے پیچھے تو کیا بجا آیا ‏ ‏ مثل سایہ (جو یونہی[107]) لگا آیا

غرض اس کو لگا کے باتون مین ‏ ‏ ہوئی (وہ[108]) دشمنی کی گھاتون مین

جی مین ٹھانی کہ کچھ دغا کیجے ‏ ‏ سر سے اِس بدبلا کو وا کیجے

---

۱۰۲ "سو" (ب)، ۱۰۳ "وہم باقی" (ب)، ۱۰۴ "بس اب اس" (ب) ۱۰۵ "ہی مل" (ب)، ۱۰۶ م- "پیے" (ب)، ۱۰۷ "خوان" (الف) ۱۰۸ م- "یہ" (ب)

کیجئے رستہ ہی مین کام اسکا | گو کہ ہے وعدہ تا بہ شام اُس کا

غافل از کار یہ ستم دیدہ | تھا جو باتون مین اس کی گرویدہ

اس کو ہرگز نہ[109] اشتیاقِ وصال | نہ رہا کچھ فریب زن کا خیال

الحذر مکر (و[110]) حیلۂ زن سے | خاصہ[111] مکار اور پُر فن سے

ہین جو دلّال پیشگان شریر[112] | بازی کھاتا ہے انسے چرخ اثیر[113]

زور رستم نہ چل سکے جن پر | خاکسار[114]ون کی کیا چلے ان پر

ای مذکور پر تھا سب[115] کو گوش | کہ ہوا سامنے سے بحر کا جوش

آئی رخشندگی آب نظر | عرصہ خشکی کا رہ گیا کم تر

حاملانِ محافہ یعنے (کہار[116]) | یون چلے جلد جون نسیم بہار

رکھ کے چالاکی طبیع (کو[117]) دل پر | لا رکھا اس کو گرم ساحل پر

ساتھ دایہ کے وہ جوان نزار[118] | جس طرح قافلہ کے پیچھے غبار

تھا جہان بحر پہ محافہ دھرا | قطع رہ کرکے (وان ہی[119] آ) پہنچا

---

[109] "در" (ب) [110] م۔ [111] "خاص" (ب) [112] "بتر" (الف) [113] "ابتر" (الف) [114] "عشق بازون" (ب) [115] "یہ تھا سب" (ب) [116] "قہار" (الف) [117] "اور" (الف وب) [118] "زار" (ب) [119] "یہ بھی وان" (ب)۔

بحر کیسا کہ اژدہائے سیاہ　　جس کی صورت سے خوف کھائے نگاہ

قطرہ اُس کا ہر ایک طوفان خیز　　موج بحرِ بلا کی لنگر ریز

شکل ساحل وہان درندہ نہنگ　　عرصہ بطمون سے ہر حباب پہ تنگ

شورِ محشر سے شورِ آب قرین　　صورت اُسکی تمام چین بہ جبین

صفِ ماہی وہ بر سرِ طغیان　　ہر جگہ اُس مین چار موج عیان

اسمین تیرے (تھا)[120] نت بہ بیتابی　　نسرِ[121] طائرِ بانِ مرغابی

غوطہ زن تھی (بہ مد و جزر)[122] شلنگ　　بطِ چرخ اس مین صورتِ خرچنگ

سونس و گھڑیال اُس مین دوش بدوش　　سر بسر اضطراب و جملہ خروش[123]

دامنِ محشر[124] اُس کا آدھا پاٹ　　کر قیاس اس سے اُسکا سارا پاٹ

شکل دستِ دعا ہر ایک صدف　　سر چھپائے ہو(ئے)[125] سپر مین کشف

لطمہ ساحل پہ تیغ زن ہر بار　　موجِ آب اُسکی افعئ خونخوار

چاہ زندان تھا اس کا ہر گرداب　　جس مین (ڈوبے تھے کتنے)[126] خانہ خراب

دیکھ اُن کو عبور کا مائل　　کشتی اک آلگی تہ[127] ساحل

---

[120] م۔ [121] "نثر" (الف) [122] "بجزر و مد" (الف) [123] شعر ۲۰۳ سے ۲۰۰ تک کل اشعار ب مین غائب

[124] "محشر" (ب) [125] م [126] "ڈوبی تھی کتنی" (ب) [127] "بہ" (ب)

پیش و پس اسپہ سب سوار ہوئے ۔۔۔ سب سے آگے مُحافہ دار ہوئے

۱ دایہ کشتی مین دیدہ[۱۲۸] باز حباب ۔۔۔ اور محافہ مین وہ پری بیتاب

۲ (شورِ دریا سے اسکے دل مین بیم ۔۔۔ غنچہ ـ جیسے صدف مین دُرِ یتیم[۱۲۹])

۲ دور تر وہ[۱۳۰] جوان دل دادہ ۔۔۔ جیسے تصویر ششدر استادہ

۲۱ دایہ مصروف سیرِ آبِ روان ۔۔۔ ہم (زنگاؤن سے[۱۳۱]) وہ پری نگران

۲۱ پہونچی کشتی جو بیچ مین اِک بار ۔۔۔ ہوئی سرگرم حیلہ وہ غدّار

۲ امتحاناً بروئے سطحِ آب ۔۔۔ یعنی کفش اس پری کی (کی پر تاب[۱۳۲])

۲۱ تھا جو منظور اس کو جان لینا ۔۔۔ پھر کہا یہ کہ (ہان میان لینا[۱۳۳])

۲ ہاتھ (اس کے سے کی جو کفش[۱۳۴] نے) جست ۔۔۔ لیا موجون نے اسکو دست بدست

۲۱ ہوئی جاکر بزیرِ آب روان ۔۔۔ خاتمِ دستِ پنجۂ مرجان

۲۲ (قعرِ دریا مین جب کہ جا پہونچی ۔۔۔ سیپ کے سر پہ پشت پا پہونچی[۱۳۵])

۲۲ ہوکے وہ کفش تاجِ فرقِ حباب ۔۔۔ ہوگئی پل مین گوہرِ نایاب

---

۱۲۸ "دیدہ" (ب) ۱۲۹ ب مین شعر غائب، ۱۳۰ "کچھ" (ب) ۱۳۱ م ـ الف مین یہ الفاظ کرم خوردہ تھے ۱۳۲ "کر تہِ آب" (ب) ۱۳۳ م ـ الف مین یہ الفاظ کرم خوردہ تھے، ۱۳۴ "سے اسکے کفش نے کیا" (ب) ۱۳۵ ب مین یہ شعر غائب،

تھا جوان بسکہ سخت دلدادہ — ہو کے ناگہ بمرگ آمادہ

کفش پر کر دراز اپنا ہاتھ — آشنا یانہ کو داہان کے ساتھ

کودتے ہی چلا گیا تہ کو — (سطے کیا[136]) عمق آب کی رہ کو

کفش کے ساتھ ہی گیا تہ آب — ہوا[137] غواص گوہر نایاب

گوہر جان نثار کفش کیا — نہ ذرا انتظار کفش کیا

کفش ساتھ اپنے اس کو لے ڈوبی — نہ غلط بلکہ پا کی محبوبی

نہ وہ اچھلا نہ کفش ہی اچھلی — عقل[138] حیران کار اُس کی ہوئی

کودے ہر چند غوطہ خور بھی واں — نہ ملا اُب سے کچھ اس[139] کا نشان

جان (لینے پہ[140]) عشق (کا[141]) ہے مدار — یہی شیوہ ہے اُس کا آخر کار

(کون عاشق[142]) ہوا کہ مر نہ گیا — کس کا چاہت کی بیچ گھر نہ گیا

کر سکے کون عاشقوں کا شمار — اس کے ہاتھوں موئے پڑے ہیں ہزار

قیس سے اس نے دون سلوک کیا — خون دُون کوہکن کا جاکے لیا[143]

---

[136] "پہنچا" (ب) [137] "ہو کے" (ب) [138] "خلق" (ب) [139] "اُن" (ب)

[140] "لینا یہ" (ب) [141] م۔ "کو" (الف) [142] م۔ الف میں کرم خوردہ

[143] "کیا" (ب)

۲ کس کی طاقت کہ ہو بغور نگاہ　　اُس کے طرز فریب (سے)[۱۴۴] آگاہ

۴۱ کرچکی دایہ جب کہ اس کا کام　　پر مشوش ہوئی وہ ماہ تمام

۲ خاطر دایہ گرچہ جمع ہوئی　　پانی پانی وہ رشک شمع ہوئی

۴۱ لیک تھا اختیار دایہ زبس　　اُس کو سوجھی نہ غیر ضبط نفس

۲۴ واں سے کشتی رواں ہوئی فی الفور　　کہ کہیں کچھ بلا نہ آوے اور

۲۴ لے گئی (اس صنم کو پار)[۱۴۵] شتاب　　رہی وحشت[۱۴۶] میں اس کی چشم حباب

۲۴۴ لہریں خمیازہ کھینچ کھینچ موئیں　　مچھلیاں غم سے ہم کنار ہوئیں

۲۴۵ آب نے دل ہی دل میں کھایا جوش　　لب ساحل بھی رہ گیا[۱۴۷] خاموش

۲۴۶ گرچہ وہ حیلہ گر ہوئی خرم　　کشتی والوں کو تھا پر اُس کا غم

۲۴۷ یہ نہ سمجھے کہ عشق خانہ خراب　　جمع کرتا ہے وصل کا اسباب

۲۴۸ اسی صورت سے وہ بھی منہ کو چھپائے　　اس پری کو بھی زیر آب بلائے

۲۴۹ دے کے جرأت میں جام مدہوشی　　دیوے (پھر رخصت ہم آغوشی)[۱۴۸]

۲۵۰ طرح ہو زیر آب صحبت[۱۴۹] وصل　　یوں میسر ہو اُن[۱۵۰] کو خلوت[۱۵۱] وصل

---

[۱۴۴] م　[۱۴۵] "یار اس صنم کو" (ب)　[۱۴۶] "حیرت" (ب)　[۱۴۷] "ہو گیا" (ب)　[۱۴۸] م ۔ ،

[۱۴۸] الف میں یہ سب الفاظ کرم خوردہ تھے ،　[۱۴۹] "خلوت" (ب)　[۱۵۰] "اسکو" (ب)　[۱۵۱] "صحبت" (ب)

یہ حمائل کرے (دو[152]) دست اوس کی — چومی[153] وہ لعل سے پرست اوسکی

لب سے لب کامیاب ہو تہ آب — دوستی کا حساب ہو تہ آب

(اس کی محنت کشی کی دیوے داد — اس کی خود کامیوں سے ہوے شاد)[154]

ہو کے روپوش وہ جو غیرتِ ماہ — رہی یکچند واں بحالِ تباہ

ایک دن دایہ سے کہا آکر — مجھ کو اکثر رہے ہے درد جگر

یہ مکان بھی نہ ساز وار ہوا — دل مرا یاں بھی بے قرار ہوا

گھر کو لیچل کہ جس کا تھا خطرہ — اب تو وہ مدعی جان نہ رہا

ساری اس کے سبب[155] تھی آفت — وہ نہیں اب تو کیا ہے پھر تہمت

کوئی اب اُس کا دادخواہ نہیں — اُسکی باتیں اُسی کے ساتھ گئیں[156]

کون جانے ہے وہ کدھر کو گیا — مرگیا یا کسی نگر کو گیا

اس سے اب جی میں تو نہ لا وسواس — طبع نازک کا میری پرکھ پاس

کیونکہ اب دل پہ اک اذیت ہے — درد ہے رنج ہے مصیبت ہے

(کیون ہے دل[157]) میرا یاں نہیں لگتا — وہی وحشت ہو اور وہی سودا

---

[152] م [153] وہ " (الف) [153] م " چومیں " (الف و ب) [154] ب میں یہ شعر نہیں [155] [illegible] ب

[156] " رہیں " (الف) [157] م - الف میں کرم خوردہ

٢٦	ہے سراسیمگی وہی دُنبال	ہے (وہی)[158] زیست میری جی کا وبال
٢٦	پاؤن کہتے ہین راہِ صحرا لے	ہاتھ کہتے ہین جیب (دکو آئے)[159] لے
٢٦	بے کلی ہے مُدام میرے تئین	کچھ ہوا صبح و شام میرے تئین
٢٦	سر[160] پہ کوہِ گران غم سا ہے	پہلوئے دل مین کچھ الم سا ہے
٢٧	پر نہین ہین کہ اڑکے گھر جاؤن	جی رُکا آتا ہے[161] کدھر جاؤن
٢٧	کچھ تو تدبیر میری کر تو شتاب	بیٹھی[162] جاتی ہون ورنہ مثل حباب
٢	(سفر دور کا ہے قاصد جان	تیرے صدقہ یہ (میرا)[163] کہنا مان[164])
٢	سن کے (دایہ نے یون کہا[165]) طناز	ناز پر تیرے صدقہ اہلِ نیاز
٢	(ہون مین آمادۂ تہیۂ[166] کار	اتنی کرتی ہے مجھ سے کیون تکرار[167])
٢	سچ[168] ہے اب تو مٹی دہ بد نامی	اور (سرآیا زمان[169]) ناکامی
٢	(دل کو خوش رکھ کنارہ کر غم سے	اب ملا یا تجھے اب وغم سے[170])

[158] م ”وہ“ (الف) [159] ”سودا“ (ب) [160] ”دل“ (ب) [161] ”آئے ہے“ (ب) [162] ”مٹی“ (ب) [163] ”میری“ (الف) [164] ب مین یہ شعر غائب، [165] ”بولی یہ دایہ اے“ (ب) [166] م ”تجیہ“ (الف) [167] ب مین یہ شعر غائب، [168] ”سچھ“ (الف) [169] م-الف مین کرم خوردہ، [170] ب مین یہ شعر غائب،

پوچھنے (جوتکی) سے جاتی ہون — تیری خاطر محافہ لاتی ہون

ملیو تو شاد شاد مان سے پری — کیجیو ہمد مون رہین جلوہ گری[161])

یان تو مضمون دا یہ تھا کچھ اور — عشق کا وان کنا یہ تھا کچھ اور

(عشق سے عقل کب بسر آوے — (زور رنگ[162]) اسکا کیا نظر آوے[163])

کون سمجھے ہے اس کی بات کو ہائے — کون سمجھے ہے اُس کی گھات کو ہائے ۹

اُس کے مخفی چلن ہین سب سے جدا — ان سے واقف نہین سوائے خدا ۱۰

(اس کی گرمی سے پای سنگ گداز — ہوئے صرف نیاز صاحب ناز[164]) ۱۱

جان دو قالب کی ایک اس سے ہو — بد ہو گر یار نیک اس سے ہو ۱۲

(رہے فریبندگی دہی[165]) اُس کی روش — نہین زلف پری مین ایسی کشش[166]) ۱۳

جس کو اس نے بزیر دام لیا — اُس[167] نے ناکامیون سے کام لیا ۱۴

نہین عشاق کُش ہے یہ جلاد — اس سے معشوق بھی گئے ناشاد ۱۵

نہ بچا کو(ہکن سے تا شیر[168]) مین — ساتھ خسرو کے دی سلا شیرین ۱۶

---

[161] الف مین کرم خوردہ، ب مین "ے جلوہ سری" [162] م - "ریورنگ" (الف)

[164] ب مین یہ شعر غائب، [165] ب مین یہ شعر غائب [166]، م [167] ب مین یہ شعر غائب،

[168] "نے" (ب) [169] م۔ الف مین کرم خوردہ ہے۔

۲۸ مرگِ لیلیٰ کو گاہ سبقت دے ۔۔۔ قیس کو چند روز مُہلت دے

۲۸ الغرض یان کے قافلہ مین ہمیش ۔۔۔ حسن اور عشق دونون ہین پس پیش

۲۸ ان کو باہم جدا نہ جانے کوئی ۔۔۔ (مطلقاً بے وفا[۱۷۹]) نہ جانے کوئی

۲۹ بیوفائی وفا کا نام ہے یان ۔۔۔ کج ادائی ادا کا نام ہے یان

۲۹ مردہ ان کا ہے زندۂ جاوید ۔۔۔ نا امیدی ہے یان تمام اُمید

۲۹۱ ہجر مین وصل جاودانی ہے ۔۔۔ ہجر عاشق کی زندگانی ہے

۲۹۳ حاصل اس سے کہ وایہ غدار ۔۔۔ وان سے چلنے پہ جب ہوئی تیار

۲۹۴ صبح ہی (منہ کو اپنے ملتے[۱۸۰]) خاک ۔۔۔ گھر نکلا وے گریبان چاک

۲۹۵ (لے محافہ چلے وہان سے کہار[۱۸۱]) ۔۔۔ آئے دریا کے متصل اک بار

۲۹۶ لب ساحل پہ جب کہ آپہونچے ۔۔۔ غرقہ ہو لا میری دعا پہونچے

۲۹۷ انتظار تو می کشم تہ آب ۔۔۔ غرقۂ بحر ہجر را دریاب

۲۹۸ (روز پہونچا تھا کچھ قریب دوپاس ۔۔۔ کہ ہوا اس کو انتشار حواس[۱۸۲]) [۱۸۳]

۲۹۹ بیقراری جو موج مین[۱۸۴] آئی ۔۔۔ گریہ مژگان کے اوج مین[۱۸۵] آئی

---

۱۷۹ م۔ "مطلق تنبوہ" (الف) ۱۸۰ "اپنے منہ کو مل کے" (ب) ۱۸۱ م۔ "لے محافہ وہان سے چلے کہار" (الف)

۱۸۲ م۔ "ہواس" (الف) ۱۸۳ ب مین یہ شعر غائب ۱۸۴، ۱۸۵ "پر" (ب)

دیکھ دریا کو رو دیا اس نے	صبر اپنا ڈبو دیا اُس نے	١٠
ہوا کشتی پہ جب محافہ سوار	دایہ اُس کی جو تھی امانت دار	١١
اس سے پوچھا کہ دایہ سچ بتلا	کس مکان (پر وہ خستہ ڈوبا تھا)[۱۸۷]	٢
کفش پھینکی تھی تو نے کس جاگہ[۱۸۸]	مجکو لے چل ذرا تو اس جاگہ[۱۸۸]	٣
مین بھی دیکھون تو وانکی شورش آب	(یہ مرادم رسم تہِ گرداب)[۱۸۹]	٤
(کفش پر میری جی دیا اس نے	یا الٰہی یہ کیا کیا اس نے)[۱۹۰]	٥
یہ ترنگ اس کے جی مین کیا آئی	کہین ہوتے ہین ایسے سودائی	٦
کفش مین ایسی کیا کرامت تھی	کفش والی تو مین سلامت تھی	٧
اس کی نادانی جی کھپاتی ہے	اب کوئی دم مین[۱۹۱] جان جاتی ہے	٨
پھر بدل کر زبان بناز و ادا	بولی وہ نازنین ہوا سو ہوا	٩
دایہ موجون کا پیچ و تاب تو دیکھ	اور یہ زنجیرۂ حباب تو دیکھ	٠
کیا ہی جاتا ہے تیز آب روان	ہم نے دیکھا نہ تھا کہین یہ سمان	١١

۱۸۷ "تھا وہ خستہ دل ڈوبا" (ب) ۱۸۸ "جا پر" (ب)

۱۸۸ "جا پر" (ب) ۱۸۹ "آمد مردوم را با گرداب" (الف) "اور وہ مردم رہا بے گرداب" (ب)

۱۹۰ (ب) ۱۹۱ "کو" (ب)

آہ جاتے تو پردہ پوش تھے ہم — شرم بیگانہ سے خموش تھے ہم

اب جو پردہ ذرا اُٹھایا ہے — دل نے ذوقِ نظارہ پایا ہے

۲ دلکشا سطحِ آب کی ہے فضا[۱۹۲] — سرد لگتی ہے کیا ہی جی کو ہوا

۳ کاش کشتی گھڑی کریں کوئی دم[۱۹۳] — تا لگا لو(ں)[۱۹۴] میں اپنے جی کا غم

۲ (دایہ غافل تھی)[۱۹۵] از ادائے کلام — ہنس کے کہنے لگی کہ سیم اندام

۳ دیکھ لے اس جگہ وہ ڈوبا تھا — میں یہیں کفش تیری[۱۹۶] پھینکا تھا

۳ کفش کے ساتھ ہی (ہوا وہ)[۱۹۷] غرق — کفش میں اسمیں کچھ رہا تھا نہ فرق

۳۱ یہی اس کا مقام (دو)[۱۹۸] منزل ہے — موج اُس کی نشان ساحل ہے

۳۲ سنتے ہی یہ سخن وہ پا برکاب — گر پڑی اس جگہ پہ جوں سیماب

۳۲ ساتھ اپنے نہ دایہ نہ جان لی — رہِ شہر و دیارِ جانان لی

۳۲۱ غوطہ پانی میں متصل کھائے — حُسن نے طرفہ جلوہ دکھلائے

۳۲۲ موجیں آغوش ہو کے آ لپٹیں — لپٹیں پانو کے تا قفا لپٹیں

۳۲۴ ڈوبتے ہی بہار لایا حُسن — آب پر روئے کار لایا حُسن

---

[۱۹۲] م۔ "فدا" (الف) [۱۹۳] "یک" (ب) [۱۹۴] م۔ "لگا ہو" (الف) [۱۹۵] "دایۂ غافل" (ب)

[۱۹۶] "تیرا" (ب) [۱۹۷] "تھا وہ ہوا" (ب) [۱۹۸] م۔

نظر آئے بدیدۂ حضار   گوہر ترسے اس کے دو رخسار

دیکھ اُس مہ[199] کی روشنی تہ آب   ہوئیں یک بار ماہیاں بیتاب

دست رنگین جو اس کا تھا دلکش   دی لگا اس نے اور بھی آتش

مار (و)[200] گردم کنارہ گیر ہوئے   حلقۂ زلف میں اسیر ہوئے

جذبۂ عشق ہو کے راہ نما   اس کو بھی زیر آب لے ہی گیا

الغرض زندگی سے سیر ہوئی   مردہ عاشق کو پہنچی لیک[201] موئی

مژدہ یا مُردہ ہمکنار ہوا[202]   وصل دریا میں ایک بار ہوا[203]

گرچہ علم شنا کے ماہر کار   دست و پا مارتے رہے اکبار

لیکن اس کا کہیں نشان نہ ملا   لیا دریا نے اس گہر کو چھپا

دایہ مایوس واں سے گھر آئی   کہنے یہ حرف ہائے رسوائی

ماجرا تھا جو کچھ کیا اظہار   تب تو آگہ[204] ہو اس کے خویش[205] و تبار

پدر و مادر اور ہمسائے   لب[206] دریا پہ (سر زنان[207]) آئے

---

۱۹۹ "مہ" (الف) ؛ ۲۰۰ م ۲۰۱ م ۔ "ملے کر" (الف) ؛ ۲۰۲ "ہوئے" (الف)

۲۰۳ "ہوئے" (الف) ۔ ۲۰۴ "ہمہ" (ب) ؛ ۲۰۵ م ۲۰۶ "آب" (ب)

۲۰۷ "[illegible] زن" (ب) ۔

۳۳۷ اشک ریزان کوئی کوئی نالان — کوئی (خاک ستیہ[۲۰۸]) بر و مالان

۳۳۸ کوئی دامن تلک گریبان چاک — کوئی حیران بازیٔ افلاک

۳۳۹ لب ساحل پہ ازدحام ہوا — اتنے (مین[۲۰۹]) جو تلاشِ دام ہوا

۳۴۰ دام دار آئے دام بر سر دوش — حلقہ اُن دامون کے تمام آغوش

۳۴۱ از پئے صید ماہیٔ سیمین — پہنچے جا کر کے تا بقعر زمین

۳۴۲ (دام پہنچا جو زیرِ آب تلک[۲۱۰] — کیا کہون اُس سے اُس گھڑی کی جھلک[۲۱۱])

۳۴۳ دو[۲۱۲] ہم آغوش دام مین نکلے — یکے[۲۱۳] اپنے وہ کام مین نکلے

۳۴۴ لب سے لب آشنائے بوسہ بذوق — ہاتھ دونون کے دو[۲۱۴] گلون کے طوق

۳۴۵ ساق پا ساق پائے پیچیدہ — یکدگر عضو عضو گرویدہ

۳۴۶ (سینہ سینے کے ساتھ شیر و شکر — جس مین خالی ذرا نہ جائے نظر[۲۱۵])

۳۴۷ نظر آئے وہ دونون ماہِ منیر — جیسے اک آئینہ مین دو تصویر

۳۴۸ دیکھا اس واقعہ کو پیر (و[۲۱۶]) جوان — دیر تک وان کھڑے رہے حیران

۳۴۹ تھی جدائی بہم زبس دشوار — سب نے ناچار ہو کے آخر کار

---

۲۰۸ "حیران سے" (الف) ۲۰۹ م ۲۱۰ کمک (الف) ۲۱۱ ب مین یہ شعر ۳۴۶ پر ہے ۲۱۲ "وہ" (الف)

۲۱۳ "ایک ہی" (ب) ۲۱۴ "وہ" (الف) ۲۱۵ ب مین یہ شعر غائب ۲۱۶ م

خاک مین یا ملا دیا ان کو　　آگ مین یا جلا دیا ان کو　۳۵۰

(مُصحفی بس زبان درازی بس　　آفرین ہے مقام ضبط نفس　۳۵۱

مجھ سے یہ مثنوی ہوئی جو تمام　　رکھا بحر المحبت اس کا نام　۳۵۲

قصہ ہے ایک اور دو نامے　　جیسے اک شخص کے ہون دو جامے　۳۵۳

میر صاحب نے پہلے نظم کیا　　مین نے بعد ان کے ریزو پرز کیا　۳۵۴

ایک دو ریز پر زجان افروز　　ہوا نایاب جامۂ گل دو نہ　۳۵۵

کچھ نہین ہے (مرقع)[۲۱۷] تصویر　　ہے مرقع وسلے لباس فقیر　۳۵۶

جیسے (میرون)[۲۱۸] مین شان ہی کچھ اور　　ہم فقیرون مین شان ہی کچھ اور　۳۵۷

ہے توقع کہ صاحب انصاف　　مجھ کو اس گفتگو مین رکھین معاف　۳۵۸

کچھ میرے حق مین خیر و شر نہ کہین　　نہ کہین بد بھی نیک گر نہ کہین)[۲۱۹]　۳۵۹

تمام شُد

---

[۲۱۷] م۔ ''مرقہ'' (الف) [۲۱۸] م۔ ''میری'' (الف)

[۲۱۹] ۳۵۱ سے یہان تک کے کل اشعار ب مین غائب ہین،

فرہنگ حواشی

شعر ۱۔ تا ۔ تاکہ ، (زبان قدیم)

ش ۲۔ ساتھ کاغذ کے ۔ کاغذ سے

ش ۵۔ پیچاک ، پیچ و خم ، طرۂ زلف ،

ش ۶۔ اس قدر ، ایسا ،

ش ۷۔ طرّاحی ، بنیاد ڈالنا ، یہاں طرحداری کے معنی ہیں آیا ہے ،

ش ۸۔ دور کھنچا ۔ دور تک پہنچا ، بہت مشہور ہوا ،

ش ۹۔ کو ۔ کا

ش ۱۲۔ رمز جتاوے ، راز سمجھا دے ،

ش ۱۲۔ ٹک ، ذرا ۔ (زبان قدیم)

ش ۱۳۔ خوش ظاہر ۔ خوش رو ، حسین ، ؎

ہے سب خوش جمال خوش ظاہر ؎ عاشقی کے فنون سے ماہر (فریب عشق نواب مرزا شوق)

ش ۱۳، نپٹ - سخت - کامل،

ش ۱۵، اس کی نظرین چڑھی تھین، اس کی نظرون مین چڑھی تھین؛

ش ۱۵، لاکھ نگاہ ، لاکھون نگاہین،

ش ۱۵، دیکھیان تھین دیکھے ہوئے تھین، (زبان قدیم)

ش ۱۵، ہزار ، ہزارون ؛

ش ۱۵، "چشم سیاہ" علامت حسن وجمال ہے ،

ش ۱۶، نادیدہ ندیدہ ، حریص

ش ۱۶، شعر مین تعقید ہے - "لیکن" کا تعلق مصرعۂ اولی سے ہے؛ نثر یون ہوگی؛

"لیکن، بہ تقاضائے عشق سنجیدہ، وہ اس پر بھی نادیدہ تھا؛"

ش ۱۷، روئے خوش، خوبصورت چہرہ ، حسین شکل ،

ش ۱۷، تلک - تک (زبان قدیم)

ش ۱۹، چشم حیرت نگاہ تھی، چشم حیران تھی،

ش ۲۰، گل پھول ساتھ، گل پھول سے ، گل پھول کے ساتھ

ش ۲۳، خوش پرکار ، خوبصورت ، خوش جمال، ؎

دیکھتا گر وہ کوئی خوش پرکار دم بہ خمیازہ کش ہی بیں بہا (دریائے عشق میر تقی میر)

ہوشیار۔ تجربہ کار۔ سادہ کے مقابل، ~

اس قدر سادہ و پرکار کہین دیکھا ہے

بےنمود اتنا نمودار کہین دیکھا ہے (سودا)

سادگی، پرکاری، بیخودی، ہشیاری

حسن کو تغافل مین جرأت آزما پایا (غالب)

ش ۲۸۔ یکدگر باہم۔ بہمدیگر۔ ایک دوسرے سے،

ش ۲۹۔ چون۔ جونہی۔ جیسے ہی،

ش ۲۹۔ ڈون اسی وقت ویسے ہی۔

ش ۳۲۔ ندی۔ موجودہ زبان مین، واحد و جمع دونون بالتشدید ہے، ندّی، ندّیان،

ش ۳۳۔ آحائل ہوے، آکر حائل ہوئے،

ش ۳۶۔ لاڈالے۔ لاکر ڈالدیئے،

ش ۳۹۔ دوہین۔ وہین،

ش ۴۲۔ ہو ہوکر

ش ۴۴۔ بسکہ ازبسکہ۔ نہایت درجہ۔ بیحد،

ش ۴۴۔ صرف آہ آہ۔ مصروف آہ آہ۔

ش ۹۴ لوہو لہو۔ خون۔ (زبان قدیم)

ش ۵۱۔ بدیدۂ گریان دیدۂ گریان کے راستہ سے،

ش ۵۳۔ مل کرکے مل کر۔

ش ۵۶ ناگہ ناگہان۔ اتفاقاً (زبان قدیم)

ش ۵۴ حیران وار حیران۔

ش ۶۲۔ مارے غیرت کے سخت مرنے لگا، سخت غیرت کے مارے مرنے لگا، مصرع میں تعقید ہے

ش ۶۳و۶۴ کہے۔ کہتا تھا،

ش ۶۳ جون۔ جیسے۔ جس طرح،

ش ۶۷۔ محرم کار رازدار

ش ۶۷ جمع کر جمع کرکے،

ش ۶۸ مصلحت جُو۔ طالب مشورہ۔

ش ۶۹۔ کیونکہ۔ کیونکر۔ کس طرح (زبان قدیم)

ش ۷۰۔ دیوین۔ دین۔ (زبان قدیم)

ش ۷۰۔ آ۔ آکر،

ش ۷۱۔ ہوئین، ہون، (زبان قدیم)

شعر ۷۲۔ لیکر کے ۔ لیکر

ش ۷۳۔ وہائے، دھادا کیا، چڑھ دوڑے،

ش ۷۵۔ "کوئی" کا تلفظ قدیم نظم میں "کے" (ئ) کے وزن پر ہوتا تھا،

ش ۷۸۔ بے۔ ابے (کلمۂ تحقیر)

ش ۸۱) کے بیچ۔ میں، (زبان قدیم)

ش ۸۲۔ ٹک۔ ذرا۔ (زبان قدیم)

ش ۸۲۔ دیکھے تھا۔ دیکھتا تھا، (زبان قدیم)

ش ۸۴۔ اُس ساتھ اس کے ساتھ (")

ش ۸۵و۸۶و۸۷۔ کبھو۔ کبھی۔ (")

ش ۸۶۔ جاوے، جاسے (")

ش ۸۷۔ "بھی" زائد ہے۔

ش ۹۰ پاس الفت سے۔ بسبب پاس الفت،

ش ۹۱۔ بن۔ بنکر

ش ۹۳۔ بہ شکل۔ شکل

ش ۹۶۔ تس پہ۔ اس پر،

۹۶-	کھینچوں ہوں ،	کھینچتا ہوں ،
۱۰۰،	بے جائی	جلاوطنی، علیحدگی.
۱۰۵-	انصرام کرے ،	تمام کرے، ختم کرے ،
۱۰۹،	کہ نہیں -	کہ صبر نہیں - تعقید ہے ،
۱۱۳-	افشا ہوا -	افشا ہوا کہ
۱۱۴-	نت ،	ہمیشہ ، سدا ،
۱۱۶-	دیکھ ،	دیکھکر ،
۱۱۶-	لائے سو طرح سے خیال ،	سو سو طرح کے خیالات کرنے لگے ، ہر طرح کی تدبیریں سوچنے لگے ،
۱۱۸-	صنم کے تئیں ،	صنم کو -
۱۱۹-	زیست کرے ،	زندگی بسر کرے ، رہے سہے -
۱۲۰-	ٹھکانا -	مقام ،
۱۲۲-	ہو -	ہو کر
۱۲۴-	کر -	کر کے
۱۲۵،	رہے تھی -	رہتی تھی -

شعر ۷۲۔ لیکرکے ۔ لیکر

ش ۷۳۔ دہائے، دھاوا کیا، چڑھ دوڑے،

ش ۷۵۔ "کوئی" کا تلفظ قدیم نظم میں "کئے" (ئع) کے وزن پر ہوتا تھا،

ش ۷۸۔ بے۔ ابے (کلمۂ تحقیر)

ش ۸۱) کے بیچ۔ میں، (زبان قدیم)

ش ۸۲۔ ٹک۔ ذرا۔ (زبان قدیم)

ش ۸۳۔ دیکھے تھا۔ دیکھتا تھا، (زبان قدیم)

ش ۸۴۔ اُس ساتھ اس کے ساتھ (")

ش ۸۵و۸۶و۸۷۔ کبھو۔ کبھی۔ (")

ش ۸۶۔ جاوے، جائے (")

ش ۸۷۔ "بھی" زائد ہے۔

ش ۹۰ پاس الفت سے۔ بسبب پاس اُلفت،

ش ۹۱۔ بن۔ بنکر

ش ۹۲۔ بہ مُشکل۔ مُشکل

ش ۹۶۔ تس پہ۔ اس پر،

ش	۹۶-	کھینچون ہون ،	کھینچتا ہون،
ش	۱۰۰،	بے جائی	جلا وطنی، علٰحدگی،
ش	۱۰۵-	انصرام کرے ،	تمام کرے، ختم کرے،
ش	۱۰۹،	کہ نہین ۔	کہ صبر نہین۔ تعقید ہے،
ش	۱۱۳-	افشا ہوا ۔	افشا ہوا کہ
ش	۱۱۴-	نت ،	ہمیشہ، سدا،
ش	۱۱۶-	دیکھ ،	دیکھکر،
ش	۱۱۶-	لائے سو سو طرح سے خیال،	سو سو طرح کے خیالات کرنے لگے، ہر طرح کی تدبیرین سوچنے لگے،
ش	۱۱۸-	صنم کے تئین ،	صنم کو۔
ش	۱۱۹-	زیست کرے،	زندگی بسر کرے، رہے سہے۔
ش	۱۲۰-	ٹھکانا ۔	مقام ،
ش	۱۲۳-	ہو ۔	ہو کر
ش	۱۲۴-	کر ۔	کر کے
ش	۱۲۵،	رہے تھی ۔	رہتی تھی ۔

ش۔ ۱۲۶۔	بے جہت۔	بے سبب۔ خود بخود۔
ش۔ ۱۲۸۔	اس کو تبدیل تھا مکان ضرور۔	اس کے لیے تبدیلِ مکان ضروری تھی،
ش۔ ۱۳۱۔	اٹھاوے،	اٹھائے،
ش۔ ۱۳۲۔	کر۔	کر کے،
ش۔ ۱۳۵۔	خروش۔	جوش و خروش،
ش۔ ۱۴۱۔	جاوے۔	جائے
ش۔ ۱۴۲۔	یہ سمجھ۔	یہ سمجھ کر۔
ش۔ ۱۴۲۔	سات۔	ساتھ،
ش۔ ۱۴۵۔	قطرہ زن۔	گرم رفتار۔ دوڑتا ہوا،
ش۔ ۱۴۶۔	جوں،	جس طرح۔
ش۔ ۱۴۸۔	کھا۔	کھا کر،
ش۔ ۱۴۹۔	خویش کیا۔	اپنا لیا،
ش۔ ۱۴۹۔	ریش کیا۔	زخمی کیا،
ش۔ ۱۵۳۔	مین لڑائی،	مین نے لڑائی۔ (زبان قدیم)
ش۔ ۱۵۳۔	مین دکھائی،	مین نے دکھائی، (")

ش۔ ۱۵۶۔ چشم در راہ۔ چشم براہ۔ منتظر۔

ش۔ ۱۵۷۔ کز۔ کہ از۔

ش۔ ۱۵۸۔ تا۔ تا کہ۔ (زبان قدیم)

ش۔ ۱۵۹۔ ہوئے۔ ہو۔ (")

ش۔ ۱۶۱۔ پہاڑا۔ پہاڑی۔

ش ۱۶۳۔ کائے۔ کہ اسے۔

ش۔ ۱۶۵۔ "یہ" کا تلفظ یہاں بہ فتح یا کرنا چاہیئے، تاکہ "مہ" کا قافیہ ہو سکے۔

ش۔ ۱۶۵۔ ٹک۔ ذرا۔ (زبان قدیم)

ش۔ ۱۶۷ ہوئے۔ ہو۔

ش۔ ۱۷۱۔ حرف زن۔ ہمکلام۔ ہم سخن۔

ش۔ ۱۷۲۔ ہو۔ ہو کر۔

ش۔ ۱۷۳۔ کائے۔ کہ اسے،

ش۔ ۱۷۴۔ جاوے، جائے،

ش۔ ۷۷:۔ کوئی دم کو کوئی دم میں، ذری دیر میں

ش۔ ۱۷۷۔ ہم وثاقی۔ وصل ملاقات۔

ش - ۱۷۷- تلک - تک - (زبان قدیم)

ش - ۱۷۸- ہوئیگی. ہوگی،

ش - ۱۸۴- چاہے تھی. چاہتی تھی،

ش - ۱۸۵- بارے - خیر-

ش ۱۸۶- بجا آیا، درست آیا- بیشک آ

ش ۱۸۸- وا کیجئے- دور کیجئے- رد کیجئے،

ش - ۱۸۹- س کا کام کیجئے- اس کا کام تمام کیجئے -

ش - ۱۹۳- بازی کھاتا ہی- بازی مین شکست کھاتا ہے،

ش - ۱۹۵- سب کو گوش تھا- سب سن رہے تھے، سب اسی گفتگو مین تھے،

ش - ۱۹۸- گرم - جلد- (بہ محاورۂ فارسی)

ش - ۲۰۰- وان ہی - وہین،

ش - ۲۰۶- تیرے تھا، تیرتا تھا،

ش - ۲۰۶ نت - ہمیشہ،

ش ۲۰۶- نسر طایر عقاب آسمانی - ایک مشہور ستارہ کا نام-

ش - ۲۰۷- شلنگ،

ش - ۲۰۷ - خرچنگ - برج سرطان - کیکڑا - گھونگھا -

ش - ۲۰۸ - "سونس و گھڑیال" - متقدمین کے ہاں دو ہندی لفظوں کے درمیان بجائے "اور" کے "و" سے عطف لانا جائز تھا -

ش - ۲۱۰ - کشت - کچھوا -

ش - ۲۱۳ - دیکھ - دیکھ کر -

ش - ۲۱۳ - کا - پہ

ش - ۲۱۴ - تہ ساحل - لب ساحل -

ش - ۲۱۸ - ہم - بھی - نیز -

ش - ۲۲۰ - کی پرتاب - دور پھینکی -

ش - ۲۲۵ - "ہاتھ اس کے سے کی" - متقدمین کے ہاں یہ ترکیب نظم میں جائز تھی - موجودہ زبان میں "ہاتھ سے اسکے کی" نظم کیا جائے گا -

ش - ۲۲۶ - بسکہ - چونکہ

ش - ۲۲۶ - ناگہ - ناگہاں - دفعتہً -

ش - ۲۲۷ - کر - کر کے -

ش - ۲۲۸ - "عُمُق" یہاں بسکون میم پڑھنا چاہیئے، صحیح تلفظ عُمُق، بہ ضمتین ہے

ش - ۲۳۱ - مصرعۂ ثانیہ مصرعۂ اولیٰ کی تردید ہے، یعنی یہ نہیں کہ کفش اس کو لے ڈوبی بلکہ

پیر کی محجوبی نے اسے ڈبو دیا،

ش - ۲۳۲ - اُچھلا - اُچھلی - اُبھرا - اُبھری -

ش - ۲۳۳ - سے - میں -

ش - ۲۳۵ - چاہت کے بیچ - چاہت سے - چاہت کے باعث -

ش - ۲۳۶ - موئے پڑے ہیں، مر چکے ہیں -

ش - ۲۳۷ - ہزار - ہزاروں - ہزار ہا اشخاص -

ش - ۲۳۸ - دوں - اس طرح -

ش - ۲۳۹ - کام کر چکی - کام تمام کر چکی -

ش - ۲۴۰ - پانی پانی ہوئی، سخت نمگین ہوئی (موجودہ محاورہ ہیں، سخت شرمندہ ہوئی

ش - ۲۴۱ - زبس - ازبسکہ - چونکہ

ش - ۲۴۲ - آوے - آئے،

ش - ۲۴۴ - موئیں - فنا ہو گئیں -

ش - ۲۴۷ - وصل کا اسباب - وصل کے اسباب -

ش - ۲۴۹ - دیوے - دے - (زبان قدیم)

ش ۔ ۲۵۰ ۔ طرح ہو ۔ بنیاد پڑے

ش ۔ ۲۵۲ ۔ دیوے، دے ۔ (زبہ

ش ۔ ۲۵۳ ۔ ہوئے ۔ ہو ۔ (")

ش ۔ ۲۵۴ ۔ یکچند ۔ کچھ روز ۔

ش ۔ ۲۵۵ ۔ رہے ہے ۔ رہتا ہے ۔ (")

ش ۔ ۲۵۶ ۔ سازدار ۔ سازگار ۔ موافق مزاج ۔

ش ۔ ۲۵۹ ۔ ساتھ رہیں ۔ ساتھ گئیں ۔

ش ۔ ۲۶۰ ۔ جانے ہے ۔ جانتا ہے، (زبان قدیم)

ش ۔ ۲۶۰ ۔ نگر ۔ شہر ۔ بستی ۔

ش ۔ ۲۶۴ ۔ دنبال ۔ درپے ۔

ش ۔ ۲۶۶ ۔ میرے تئیں ۔ مجھکو ۔

ش ۔ ۲۶۶ ۔ کچھ ہوا ۔ کچھ ہوا چاہتا ہے، کچھ ہونے کو ہے،

ش ۔ ۲۶۷ ۔ "سا" پہلے مصرعہ میں زائد ہے،

ش ۔ ۲۶۸ ۔ جی رکا آتا ہے ۔ دل گھٹ گھٹ کر رہتا ہے ۔

ش ۔ ۲۶۵ ۔ جوتکی ۔ جوتشی ۔ نجومی ۔

ش۔ ۲۳۱۔ مصرعۂ ثانیہ مصرعۂ اولی کی تردید ہے، یعنی یہ نہیں کہ کفش اس کو لے ڈوبی بلکہ پیر کی محبوبی نے اسے ڈبو دیا،

ش۔ ۲۳۲۔ اُچھلا۔ اُچھلی۔ اُبھرا۔ اُبھری۔

ش۔ ۲۳۳۔ سے۔ مین۔

ش۔ ۲۳۵۔ چاہت کے بیچ۔ چاہت سے۔ چاہت کے باعث۔

ش۔ ۲۳۶۔ موے پڑے ہین، مر چکے ہین۔

ش۔ ۲۳۶۔ ہزار۔ ہزارون۔ ہزار ہا اشخاص۔

ش ۲۳۷۔ دون۔ اس طرح۔

ش۔ ۲۳۹۔ کام کر چکی۔ کام تمام کر چکی۔

ش۔ ۲۴۰۔ پانی پانی ہوئی، سخت غمگین ہوئی (موجودہ محاورہ مین، سخت شرمندہ ہوئی)

ش۔ ۲۴۱۔ زبس۔ ازبسکہ۔ چونکہ

ش۔ ۲۴۲۔ آوے۔ آئے،

ش۔ ۲۴۴۔ موئین۔ فنا ہو گئین۔

ش۔ ۲۴۵۔ وصل کا اسباب۔ وصل کے اسباب۔

ش۔ ۲۴۹۔ دیوے۔ دے۔ (زبانِ قدیم)

ش ۲۵۰- طرح ہو- بنیاد پڑے - میسر آئے ۔

ش - ۲۵۳- دیوے، دے - (زبانِ قدیم)

ش - ۲۵۳- ہوئے - ہو- (")

ش - ۲۵۴- یکچند- کچھ روز-

ش - ۲۵۵- رہے ہے- رہتا ہے- (")

ش - ۲۵۶- سازدار- سازگار- موافق مزاج -

ش - ۲۵۹- ساتھ رہیں- ساتھ گئیں-

ش - ۲۶۰ - جانے ہے- جانتا ہے، (زبان قدیم)

ش - ۲۶۰- نگر- شہر- بستی-

ش - ۲۶۴- دنبال- درپے-

ش - ۲۶۶- میرے تئیں- مجھکو-

ش - ۲۶۶- کچھ ہوا- کچھ ہوا چاہتا ہے، کچھ ہونے کو ہے،

ش - ۲۶۷- "سا" پہلے مصرع میں زائد ہے ۔

ش - ۲۶۸- جی رُکا آتا ہے- دل گُھٹ گُھٹ کر رہتا ہے-

ش - ۲۶۵- جوتکی - جوتشی - نجومی -

ش - ۲۷۵ - تیری خاطر - تیرے لیے -

ش - ۲۷۶ - میو - ملنا -

ش - ۲۷۶ - کیجیو - کرنا -

ش - ۲۷۸ - بسرآوے - مقابلہ کرے -

ش - ۲۷۸ - آوے - آئے - (زبان قدیم)

ش - ۲۷۹ - سمجھے ہے - سمجھتا ہے،

ش - ۲۸۳ - فریبندگی - فریب

ش - ۲۸۶ - دی سلا شیرن - شیرین کو سلا دیا -

ش - ۲۸۸ - ہمیش - ہمیشہ -

ش - ۲۹۳ - حاصل س سے - الحاصل - غرضکہ -

ش - ۲۹۰ - منھ کو - منھ پر -

ش - ۲۹۴ - ملتے خاک، خاک ملتا ہوا،

ش - ۲۹۶ - غرقہ - غریق.

ش - ۱۹۸ روز پہنچا تھا - دن گذرا تھا - دن چڑھا تھا -

ش - ۲۹۹ - گریہ مژگان کے اوج مین آئی - آنکھون مین آنسو بھر آئے،

ش۔ ۳۰۰۔ رودیا اس نے۔ وہ رودی۔

ش۔ ۳۰۱۔ ہوا محافہ سوار، محافہ رکھدیا گیا،

ش۔ ۳۰۲۔ مکان۔ مقام۔

ش۔ ۳۰۳۔ جاگہ۔ جگہ۔ (زبان قدیم)

ش۔ ۳۱۷۔ مین کفش پھینکا تھا۔ مین نے کفش پھینکی تھی۔

ش۔ ۳۲۰۔ پا بہ رکاب، آمادۂ کار۔ مستعد،

ش۔ ۳۲۴۔ آب پر روئے کار لایا حُسن۔ پانی نے حُسن کی رونق دوبالا کردی،

ش۔ ۳۲۶۔ دیکھ۔ دیکھ کر۔

ش۔ ۳۲۷۔ "آتش لگادی" کے بجائے موجودہ محاورہ مین "آگ لگادی" بولین گے۔

ش۔ ۳۳۰۔ عاشق کو۔ عاشق تک

ش۔ ۳۳۰۔ لیک۔ لیکن، (زبان قدیم)

ش۔ ۳۳۰۔ موئی۔ مردہ ہوکر۔

ش۔ ۳۳۲۔ ماہرکار۔ ماہر،

ش۔ ۳۳۲۔ "اک بار دست و پا مارتے رہے" موجودہ محاورہ نہین۔

ش۔ ۳۳۵۔ آگہ ہو۔ آگاہ ہوکر۔

ش۔ ۳۳۸۔ تاک۔ تک۔ (زبانِ قدیم)

ش۔ ۳۴۱۔ جاکرکے۔ جاکر۔ "کے" زاید،

ش ۳۴۶۔ خال ذرا نہ جائے نظر۔ نظر تک کے لیے جگہ خالی نہین،

ش۔ ۳۴۸۔ دیکھ دیکھ کر۔

ش۔ ۳۵۱۔ زبان درازی۔ طوالت کلام۔ زیادہ گوئی۔ (موجودہ محاورہ مین سخت کلامی و درشت گوئی کو کہتے ہین)

ش۔ ۳۵۳۔ نامے۔ رسالے۔ کتابین۔

ش۔ ۳۵۴۔ دوسرا مصرعہ غلط ہے؛ اصل کے مطابق نقل کردیاگیا،

ش۔ ۳۵۵۔ پہلے مصرعہ کے معنی صاف نہین،

ش۔ ۳۵۶۔ ولے۔ لیکن،

ش۔ ۳۵۶۔ شعر کا مفہوم واضح نہین،